ISSN-0971-8338

یوجنا

جولائی:2014 ترقیاتی ماہنامہ 10روپے

جمہوریت اور انتخابی اصلاحات

ہندوستان میں انتخابات' انتخابی اصلاحات

سبراتا کے مترا

انتخابی اصلاحات: ماضی پر ایک نگاہ

جگدیپ چھوکر

گزشتہ برسوں میں انتخابی اصلاحات

ایس وائی قریشی

امیدواروں کی کثرت اور ہندوستان میں انتخابی اصلاحات

کوشک بھٹاچاریہ

خصوصی مضمون

ہندوستان میں اعضا کا عطیہ

سبھدرا مینن

بڑھتے قدم

ترقیاتی خبرنامہ

ہندوستان کے موبائل حکمرانی کے اقدام کو اقوام متحدہ کا ایوارڈ

☆ہندوستان کے موبائل حکمرانی کے اقدام (موبائل سیوا) کو اقوام متحدہ کے عوامی خدمات ایوارڈ برائے 2014 سے نوازا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کی عوامی خدمات ایوارڈ پروگرام (یو این پی ایس اے) عوامی خدمات کیلئے بین الاقوامی سطح پر سب سے گراں قدر انعام ہے جس میں پوری دنیا میں عوامی انتظامیہ اور عوامی خدمات کے اداروں کے تعاون اور ان کی کامیابیوں کیلئے ایوارڈ دیا جاتا ہے۔ سالانہ مقابلے کے ذریعہ یو این پی ایس اے عوامی خدمات میں پیشہ وارانہ ہنر مندی اور اس کے رول کی اہمیت کو فروغ دیتا ہے۔ ''موبائل سیوا'' نے جو الیکٹرونک اور اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے حکومت ہند کے محکمہ کے ذریعہ شروع کیا گیا قومی موبائل حکمرانی اقدام ہے یو این پی ایس اے 2014 کے ''اطلاعاتی دور میں سرکاری طریقہ کار کا فروغ'' کے موضوع پر دوسرا انعام حاصل کیا ہے۔ موبائل سیوا بھارت کا وہ واحد اقدام ہے جسے اس سال اقوام متحدہ کی طرف سے ایوارڈ کا حقدار قرار دیا گیا۔

تپ دق کی روک تھام کے لئے ہندستان اور عالمی بنک کے مابین سو ملین امریکی ڈالر کے قرض کا معاہدہ

☆تپ دق کی جلد از جلد تشخیص اور روک تھام کے لئے یہاں حکومت ہند اور عالمی بینک کے درمیان سو ملین امریکی ڈالر کے قرض کے معاہدہ پر دستخط کئے گئے۔ اس معاہدہ پر حکومت ہند کی جانب سے وزارت خزانہ کے اقتصادی معاشی امور کے جوائنٹ سکریٹری جناب نیلا یا متاش اور عالمی بنک کی جانب سے ہندستان میں اس کے آپریشن صلاح کار جناب مائیکل ہنی نے دستخط کئے۔ واضح رہے کہ تپ دق زیادہ تولیدی قوت رکھنے والی عمر میں ہونے والی اموات کے چار اہم اسباب میں سے ایک ہے۔ اس میں زبردست معاشی بوجھ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بالخصوص غریب گھرانوں کو حکومت ہند کے نظر ثانی شدہ قومی تپ دق کنٹرول پروگرام (آر این ٹی سی پی) کو مدد دینے والے پروجیکٹوں کی سیریز میں یہ تیسرا پروجیکٹ ہے اس کے ذریعہ ہندستان میں 15-2014 اور 16-2015 کے درمیان تپ دق کنٹرول کے لئے قومی اسٹراٹیجک پلان کو نافذ کرنے میں مدد ملے گی۔ صحت اور خاندانی بہبودی کی وزارت اس پروجیکٹ کو نافذ کرنے والی ایجنسی ہوگی۔

مہاراشٹر میں دیہی پانی سپلائی اور صفائی پروگرام کیلئے 165 ملین امریکی ڈالر کے قرض کے معاہدہ پر دستخط

☆ریاست مہاراشٹر میں دیہی پانی سپلائی اور صفائی پروگرام کیلئے حکومت ہند اور عالمی بینک کے درمیان 165 ملین امریکی ڈالر کے قرض کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ حکومت ہند کی جانب سے وزارت خزانہ کے شعبہ برائے اقتصادی امور کے جوائنٹ سکریٹری جناب نیلا یا میتاش اور عالمی بینک کی جانب سے نئی دہلی دفتر میں کارگزار ڈائریکٹر جناب مائکل ہنی نے اس قرض معاہدے پر دستخط کئے۔ اسی طرح اس معاہدے پر ریاستی حکومت مہاراشٹر کی جانب سے محکمۂ پانی سپلائی اور صفائی کے ڈپٹی سکریٹری جناب کرن کمار دنکر راؤ نے بھی دستخط کئے۔ اس پروگرام کا مقصد مہاراشٹر میں دیہی پانی سپلائی اور صفائی پروگرام کی منصوبہ بندی، نفاذ اور نگرانی کرنے والے اداروں کے کام کاج میں بہتری لانا ہے۔ اس کے علاوہ شہر سے قریب گاؤں، پانی کی کمی والے علاقوں اور معیاری پانی سے محروم خطوں میں قابل قدر خدمات انجام دینا نیز پانی کی کوالٹی کو بہتر بنانا ہے۔ اس پروگرام کے تحت دو اہم کام ہوں گے۔ (1) پوری ریاست میں پانی سے متعلق منصوبہ بندی، نافذ اور نگرانی کرنے والے اداروں کی تعمیر کرنا (ii) ریاست کے چندہ اضلاع میں پانی سپلائی اور صفائی نظام کو بہتر بنانا ہے۔ اس پروجیکٹ کے مکمل ہونے کی تاریخ 31 مارچ 2020 ہے۔

باقی کور 49 پر

1SSN 0971. 8338

ترقیاتی ماہنامہ

یوجنا

نئی دہلی

جولائی 2014 خاص موضوع: جمہوریت اور انتخابی اصلاحات

☆	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	اداریہ	2
☆	گزشتہ برسوں میں انتخابی اصلاحات	ایس وائی قریشی	3
☆	انتخابی اصلاحات: ماضی پر ایک نگاہ	جگدیپ ایس چھوکر	7
☆	ہندوستانی انتخابی اصلاحات	کوشک بھٹاچاریہ	12
☆	ہندوستان میں اعضا کا عطیہ	سبھد رامینن	16
☆	کشتی کلینک (**بہترین عملی تجربہ**)	عذرا پروین	20
☆	ہندوستان میں انتخابات' انتخابی اصلاحات	سبراتا کے مترا	22
☆	کیا زرعی ترقی' تصرف اور تخفیف کے درمیان توازن ہے؟	اشونی سوائن	27
☆	پارلیمنٹ سے صدر جمہوریہ کا خطاب	....	32
☆	مسافت میں اضافہ کرنے کے لئے آٹو انجن میں ترمیم	....	38
	(**ایجاد و اختراع سریز**)	....	36
☆	جنوبی ہند کی طرز تعمیر کا نادر نمونہ برہم دیشور مندر	سری ودھیا ایم	41
☆	انتخابی اصلاحات سے سیاسی سدھار ہوگا	پارتھیو کمار	43
☆	جمہوریت' انتخابی اصلاحات	محمد فوزان	46
☆	کراؤڈ سورسنگ (**کیا آپ جانتے ہیں؟**)	واٹیکا چندرا	48
☆	رسائل وجرائد (تبصرے)	احسان خسرو/امجد علی	51
☆	بڑھتے قدم (ترقیاتی خبرنامہ)	ادارہ	کور-2

چیف ایڈیٹر:

راجیش کمار جھا

سینئر ایڈیٹر

حسن ضیاء

فون: 23042566 **فیکس:** 23359578

ایڈیٹر

احسان خسرو

معاون: رقیہ زیدی

سرورق تزئین: جی پی دھوپے

جلد:34 شمارہ-4

قیمت: 10 روپے

جوائنٹ ڈائریکٹر (پروڈکشن):

وی کے مینا

سالانہ خریداری اور رسالہ نہ ملنے کی شکایت کے لئے رابطہ:

بزنس مینیجر:

pdjucir@gmail.com

فون: 011-26100207

مضامین سے متعلق خط، کتابت کا پتا:

ایڈیٹر یوجنا (اردو) 538-A' یوجنا بھون

سنسد مارگ' نئی دہلی-110001

ای میل: yojana.urdu@yahoo.co.in

ویب سائٹ: www.publicationsdivision.nic.in

www.yojana.gov.in

● **یوجنا** اردو کے علاوہ ہندی' انگریزی' آسامی' گجراتی' کنڑ' ملیالم' مراٹھی' تمل' اڑیہ' پنجابی' بنگلہ اور تیلگو زبان میں بھی شائع کیا جاتا ہے۔☆ نئی ممبر شپ' ممبر شپ کی تجدید اور ایجنسی وغیرہ کے لئے منی آرڈر/ ڈیمانڈ ڈرافٹ' پوسٹل آرڈر ''اے ڈی جی پبلی کیشنز ڈویژن (منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ) کے نام درج ذیل پتے پر بھیجیں: بزنس منیجر سرکولیشن: پبلی کیشنز ڈویژن (جرنلس یونٹ) بلاک iv لیول vii' آر کے پورم' نئی دہلی-110066 فون: 011-26100207

زرسالانہ: 100 روپے' دوسال: 180 روپے' تین سال: 250 روپے پڑوسی ملکوں کے لیے (ایئر میل سے) 530 روپے۔☆ یوروپی اور دیگر ممالک کے لیے (ایئر میل سے) 730 روپے۔

☆ اس شمارے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے' ضروری نہیں کہ یہ خیالات ان اداروں' وزارتوں اور حکومت کے بھی ہوں' جن سے مصنفین وابستہ ہیں۔

یوجنا منصوبہ بند ترقی کے بارے میں عوام کو آگاہ کرتا ہے مگر اس کے مضامین صرف سرکاری نقطۂ نظر کی وضاحت تک محدود نہیں ہوتے۔

چیف ایڈیٹر کے قلم سے

یوجنا

عوام اس کے مستحق ہیں ...

یہ ایک گھسا پٹا فقرہ ہے کہ 'عوام کو ویسے ہی رہنما ملتے ہیں جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں'۔ یہ غالباً جمہوریت میں کام کاج کے حقیقی عمل کو جتنا اجاگر کرتا ہے اتنا ہی اسے چھپاتا اور اسے توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے۔ جمہوریت کو ہم جن اداروں اور ایجنسیوں کے نیٹ ورک کے ذریعہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ بظاہر ایک ایسا نا قابل فہم معمہ معلوم پڑتا ہے' جس کے بہت سارے دروازے بند ہوں۔ انتخابی عمل سے متعلق اگر ہم مشہور فرانسیسی فلسفی فو کالٹ کے قول کو اپنے لفظوں میں بیان کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں 'یہ وہاں کھڑکیاں کھولتا ہے جہاں کبھی دیواریں تھیں'۔ جمہوریت میں جہاں دیگر اداروں میں نفوذ کرنا اور اسے تبدیل کرنا عام لوگوں کے لئے مشکل ہوسکتا ہے وہیں انتخابی عمل کا نقطۂ کمال یہ ہے کہ یہ ہمیشہ عام لوگوں کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔ اور اسی سے جمہوریت کے لئے انتخابی عمل کی افادیت کا پتہ چلتا ہے۔ متعدد نا کام جمہوریتوں کا تجزیہ کرنے اور کئی دیگر جمہوریتوں کی کامیابی پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انتخابی عمل کا طریقہ کار ہی کسی جمہوریت کی قبر کھود سکتا ہے یا اس میں توانائی اور جوش بھر سکتا ہے۔

معیشت میں جو اہمیت کرنسی کو حاصل ہے ایک سیاسی نظام کے لئے لوگوں کی سوچ بھی اتنی ہی قیمتی ہے۔ عوام کا اعتماد یا اعتبار ہی وہ بنیاد ہے جس پر کوئی جمہوری نظام کام کرتا ہے۔ سیاسی نظام کو اعتبار بخشنے کے لئے انتخابی عمل میں عوام کی شرکت انتہائی اہم عنصر ہے۔ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جہاں انتخابی عمل میں لوگوں کی عدم شرکت نے منتخب حکومت کے قانونی جواز پر سوالیہ نشان لگا دئے اور ان ملکوں میں زبردست سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔ البتہ ہندوستان جمہوریت کے اس پہلو کے اعتبار سے ایک کامیاب مثال ہے۔ خواہ سب کے حق رائے دہی کی بات ہو یا ووٹ دینے کے لئے عمر کی حد کو کم کرنے کا معاملہ یا پنچایتی سطح کے اداروں میں زبردست شرکت کی بات۔ ملک میں پچھلے دنوں ہوئے لوک سبھا کے انتخابات نے ہندوستانی جمہوریت کی قوت کو ایک بار پھر ثابت کیا ہے۔ اس مرتبہ آزادی کے بعد سے ووٹ ڈالنے والوں کی فیصد سب سے زیادہ رہی۔

تاہم انتخابی عمل میں کچھ دیگر امور بھی ہیں جو جمہوریت کے نظریہ کو بامعنی اور باوقار بناتے ہیں۔ جمہوریت کے باہری سانچہ، جسے انتخابی عمل میں عوام کی شرکت کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے، کے علاوہ اس کا اندرونی ڈھانچہ بھی ہے جسے مستقل تقویت فراہم کرنا ضروری ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہیکہ جمہوریت صرف کھلے پن، شفافیت، رضا کارانہ شرکت، خیالات کی آزادی اور کسی خوف اور لالچ کے بغیر ذاتی آزادی کے ماحول میں ہی پھل پھول سکتی ہے۔ اس طرح کے سسٹم کو یقینی بنانے کی ذمہ داری اس انتخابی عمل پر ہوتی ہے جسے کوئی ملک اپناتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مضبوط جمہوریت کو ایسے مستحکم اداروں کے وجود کی ضرورت ہوتی ہے جو سیاست کے تند و تیز دھاروں سے متاثر ہوئے بغیر جمہوریت کی بنیادی قدروں کی حفاظت کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ عدلیہ، میڈیا اور بیورو کریسی ان اداروں میں سے ہیں جو حقیقی معنوں میں جمہوریت کو تقویت بھی فراہم کرتے ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ ایسا سمجھنا غلط ہوگا کہ جمہوریت صرف چند اداروں اور ڈھانچوں کا مجموعہ ہے۔ یہ دراصل ایک متحرک عمل ہے جس میں ایسے مسلسل نئے آئیڈیا اور سرگرمیوں کو شامل کرنے کی ضرورت ہے جو عوام کی امنگوں کے مظہر ہوں۔ جمہوریت دراصل ہمہ دم جاری و ساری عمل ہے، ایک ایسا پروجیکٹ ہے جو ہمیشہ نامکمل رہتا ہے۔

انتخابی اصلاحات، وسیع معنوں میں جمہوریت کی جڑوں کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس طرح اس پروجیکٹ میں اسے مرکزی پوزیشن حاصل ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ ہندوستانی جمہوریت کو تمام طرح کی آلائشوں سے خود کو پاک صاف کرنے کے لئے ابھی ایک طویل سفر طے کرنا ہے۔ اس بات کا ذکر ہمارے سیاسی رہنما بھی عوامی فورموں میں کرتے رہے ہیں، جو ہمارے لئے امید کی ایک کرن ہے۔ یہ اس بات کی ضرورت کو بھی واضح کرتی ہے کہ بدعنوانی، پیسے کی طاقت اور جرائم کی سیاہ کاریوں پر فوری لگام لگائی جائے تا کہ یہ جمہوریت کے درخت کو زہر آلود نہ کر پائیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ملک کو اس کے لئے کتنی کڑوی گولی کھانی پڑے گی، بہر حال اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ ہم اپنے بیش قیمت سیاسی نظام کو لاحق ہلاکت خیز کمزوریوں کا علاج کر کے ہی اس کے پھلنے پھولنے اور محفوظ رہنے کی امید کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ جمہوریت ہی سماج میں کمزور ترین طبقات کی زندگیوں میں روشنی لاتی ہے اور ان کی زندگی میں تبدیلی کے لئے اکسیر ثابت ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ۔ عوام اس کے مستحق ہیں!

☆☆☆

ایس وائی قریشی

گزشتہ برسوں میں انتخابی اصلاحات

ہندوستان میں گزشتہ برسوں کی دوران متعدد انتخابی اصلاحات کی وجہ سے انتخابی عمل مستحکم ہوا ہے لیکن اب بھی کچھ باعث تشویش پہلو ہیں جنہیں درست کئے جانے کی ضرورت ہے۔

انتخابی قانون میں متعدد بار ترامیم کی گئی ہیں تاکہ وہ نئے چیلنجوں اور بدلتے ہوئے حالات کا سامنا کر سکے۔

سب سے اہم ترامیم میں 1989 میں ووٹر کے طور پر نام درج کرانے کی عمر 21 سے کم کر کے 18 سال کرنا، راجیہ سبھا کے انتخابات میں اوپن بیلٹ ووٹنگ اور 2003 میں مسلح فورسز اور نیم فوجی دستوں سے تعلق رکھنے والے ووٹروں کو اپنے نمائندوں کے ذریعہ ووٹ دینے کا حق شامل ہیں۔ 2011 میں کی گئی سب سے تازہ ترمیم میں بیرون ملک رہنے والے ہندوستانی شہریوں کا نام ووٹرلسٹ میں درج کرانے کا ضابطہ ہے۔ کمیشن کو الیکٹرانک ووٹنگ مشین کے استعمال کا اختیار دینا، انتخابات کے انعقاد کے لئے تعینات کئے گئے پولیس جوانوں سمیت تمام افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کا اختیار دینے سے انتخابی کمیشن مضبوط ہوا ہے۔ چھپی ہوئی ووٹرلسٹ کی جگہ اب کمپیوٹرائزڈ فوٹو ووٹرلسٹ نے لے لی ہے۔ اب تمام شہریوں کے پاس ووٹ ڈالنے کے لئے فوٹو شناختی کارڈ (ای پی آئی سی) ہے۔

عدالتی معاونت

عدالتوں نے بھی قانون کی مثبت تشریح کے ذریعہ کمیشن کے ہاتھ مضبوط کئے ہیں۔ پہلا تاریخی فیصلہ 1952 میں آیا (این پی پنوسوامی بنام ریٹرننگ افسر نمکل)۔ جس میں سپریم کورٹ نے فیصلہ سنایا کہ آئین کی (دفعہ (329(b)) میں سوائے انتخابی عرضیوں کے انتخابات پر سوال اٹھانے کے خلاف بندش صرف انتخابی عمل مکمل ہونے تک ہے۔ سپریم کورٹ نے 1978 میں مہندر سنگھ گل بنام چیف الیکشن کمشنر اور دیگر کے معاملے میں اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے کمیشن اور اس کے افسران کے ذریعہ اٹھائے گئے انتخابی اقدامات کے خلاف محدود چیلنج پر مکمل پابندی عائد کر دی۔

1995 میں عدالت نے کامن کاز بنام یونین آف انڈیا اور دیگر کے معاملے میں ہدایت دی کہ سیاسی پارٹیوں کو اپنا انکم ٹیکس ریٹرن جمع کرانا ہوگا۔ 2003 میں اپنے ایک اور تاریخی فیصلہ میں کہا کہ ووٹروں کو اپنے امیدواروں کے بارے میں جاننے کا حق ہے۔ انہیں اپنے مجرمانہ ریکارڈ، اثاثے، واجبات اور تعلیمی لیاقت کے بارے میں حلف نامے داخل کرنے ہوں گے۔

انتخابی کمیشن کے اختراعی اقدامات

انتخابی کمیشن نے بھی متعدد اصلاحات کی ہیں۔

سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ شروع کئے گئے انتخابی ضابطہ اخلاق کو کمیشن نے باقاعدہ ضابطہ بنایا اور 1990 کی دہائی میں اس پر سختی سے عمل کیا۔ انتخابی قانون میں سیاسی پارٹیوں کے رجسٹریشن اور ان کی منظوری و انہیں انتخابی نشانات مختص کرنے کے لئے کوئی ضابطہ نہیں تھا لیکن انتخابی کمیشن نے سیاسی پارٹیوں کی منظوری اور انہیں انتخابی نشانات مختص کرنے کے لئے 1951-52 کی پہلے عام انتخابات سے قبل خود ہی قدم اٹھایا۔ بعد ازاں کمیشن نے مجموعی ہدایات کے طور پر انتخابی نشانات سے متعلق (ریزرویشن اینڈ الاٹمنٹ) حکم نامہ 1968 جاری کیا۔ 70 کی دہائی کے اواخر میں انتخابی کمیشن نے ووٹنگ مشین کے توسط سے پولنگ کے امکانات تلاش کرنے شروع کئے اور 2000 سے لوک سبھا اور اسمبلیوں کے تمام انتخابات ووٹنگ مشینوں کے

مصنف سابق چیف الیکشن کمشنر ہیں۔

توسط سے کرائے جارہے ہیں۔

1990 کی دہائی کے اختتام پر کمیشن نے تمام حلقوں کی ووٹر لسٹ کو کمپیوٹرائز کردیا۔ ووٹر لسٹ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کمیشن نے ملک کے ہر پولنگ اسٹیشن بوتھ لیول افسر (بی ایل او) قائم کرنے شروع کئے۔

اس عمل میں سیاسی پارٹیوں کی شراکت داری کے لئے ہر منظور شدہ پارٹی بی ایل او کی غیر جانب داری کا پتہ لگانے کے لئے ایک بوتھ لیول ایجنٹ (بی ایل اے) مقرر کرسکتی ہے۔

1993 کی دہائی میں فرضی ووٹنگ پر قدغن لگانے کے لئے کمیشن نے ووٹروں کے لئے فوٹو شناختی کارڈ متعارف کرایا۔

1990 کی دہائی سے کمیشن نے انتخابی عمل کی نگرانی کے لئے مرکزی انتخابی مشاہدین کی خدمات حاصل کیں، سنٹرل پولیس فورس تعینات کی، حساس پولنگ مراکز کی ویڈیو گرافی کرائی اور وہاں مائیکرو آبزرور تعینات کئے۔

نئی تشویشات

اب بھی ایسے پہلو ہیں جن کے بارے میں عوام، سول سوسائٹی، غیر سرکاری تنظیمیں، سماجی کارکنان اور سیاسی پارٹیوں نے تشویش ظاہر کی ہیں۔

اس سلسلہ میں اصلاحات کے لئے تین تجاویز ہیں:

(الف) پہلی وہ جب سے انتخابی کمیشن کی آزادی کو تقویت ملے گی (ب) دوسری وہ جن سے سیاست کو صاف شفاف رکھنے میں مدد ملے گی (ج) تیسری وہ جن سے سیاسی پارٹیوں کا کام کاج مزید شفاف ہوگا۔

(الف) انتخابی کمیشن کی آزادی کو مستحکم بنانا

کابینہ کے مشورے پر صدر جمہوریہ چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنرز مقرر کرتے ہیں۔

حقیقت میں یہ حکومت کے ذریعہ مقرر کردہ چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنرز کی غیر جانب داری کے شبہ کی وجہ بن سکتی ہے۔ اس اہم عہدے کے لئے تقرری الیکٹورل کالج کے ساتھ ساتھ وسیع تر صلاح ومشورہ کے بعد ہونی چاہئے۔ تاہم اس کا اطلاق اسی وقت ہونا چاہئے جب نئے الیکشن کمشنر کا تقرر ہو۔ چیف الیکشن کمشنر کی ترقی سینئرٹی کی بنیاد پر ہونی چاہئے جیسا کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے معاملے میں ہوتی ہے۔ یہ عمل رخصت پذیر چیف الیکشن کمشنر کو نیا الیکشن کمشنر مقرر کرنے والے کالیجیئم کا رکن بنانے میں مددگار رہوگا۔ سی ای سی کو صرف مواخذہ کے ذریعہ ہی اٹھایا جاسکتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اسی طرح کا تحفظ دیگر الیکشن کمشنروں کو بھی حاصل ہو۔

(ب) سیاست کو صاف ستھرا بنانا

سیاست میں جرائم کی آمیزش:

سیاست میں جرائم کی آمیزش سے تشویش میں مبتلا الیکشن کمیشن نے 1998 میں حکومت کو ایک تجویز پیش کرکے سنگین جرائم کے الزامات کا سامنا کرنے والے فرد کی انتخاب لڑنے پر پابندی لگانے کی بات کہی تھی۔ بہت سی سیاسی پارٹیوں نے یہ کہہ کر اس تجویز کی مخالفت کی تھی کہ ان کے مخالفین جھوٹے مقدمات دائر کرسکتے ہیں۔ حکمراں پارٹیاں یہ طریقہ اختیار کرکے انہیں انتخابات میں فتح حاصل کرنے سے روک سکتی ہیں۔ یہ تشویش جائز ہے۔ تاہم الیکشن کمیشن نے اس کے لئے تین تحفظ فراہم کرنے کی پیش کش کی ہے۔

(1) تمام فوجداری مقدمے میں الیکشن لڑنے پر پابندی نہیں لگائی جائے گی۔ اس کا اطلاق صرف سنگین جرائم جیسے قتل، ڈاکہ زنی، عصمت دری، اغوا یا اخلاقی اعتبار سے برے کام کی صورت میں ہوگا (2) مقدمہ کم از کم انتخابات سے چھ ماہ قبل دائر ہونا چاہئے (3) عدالت کے ذریعہ فرد جرم طے کی جانی چاہئے۔ ایسے شخص کو انتخابات سے دور رکھنا وسیع تر عوامی مفاد میں ایک واجب بندش ہوگی۔ اس تجویز کے مخالفین کی دلیل ہے کہ ملک میں فلسفہ پر عمل ہو رہا ہے کہ ایک شخص اس وقت تک بے قصور ہے جب تک اس کا جرم ثابت نہ ہوجائے۔ اس دلیل کے جواب میں میرا کہنا ہے کہ جیل میں بند تقریباً دو تہائی افراد زیر سماعت ہیں، انہیں مجرم نہیں قرار دیا گیا ہے، اس لئے وہ بے قصور ہیں۔ پھر بھی وہ جیل میں بند ہیں۔ انہیں آزادی، آنے جانے، پیشے اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ اگر ایک زیر سماعت فرد کے بنیادی حقوق ختم کئے جاسکتے ہیں تو انتخابات لڑنے کے حق کو عارضی طور پر ختم کرنے میں کیا حرج ہے۔ جو اتفاق سے صرف قانونی حق ہے۔

یہ واقعی مایوس کن بات ہے کہ انتخابی نظام کو صاف ستھرا بنانے اور ہماری پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے ایوانوں پر لگے داغ کو مٹانے کے لئے اس طرح کے اہم قدم سے حکومت اور پارلیمنٹ کترا رہی ہیں۔ اس اصلاح سے سماجی کارکنوں کے ذریعہ عام طور پر سیاست دانوں پر لگائے جانے والے الزامات کو دور کیا جاسکتا ہے جو سبھی کو داغ دار قرار دیتے ہیں۔

(ج) سیاسی پارٹیوں کے کام کاج میں شفافیت لانا

سیاسی پارٹیوں کا رجسٹریشن اور رجسٹریشن ختم کرنے کا معاملہ:

سیاسی پارٹیوں کا رجسٹریشن انتخابی کمیشن میں عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 کی تحت ہوتا ہے۔ سیکشن 29A کے تحت سیاسی پارٹی کے طور پر رجسٹریشن کے لئے درخواست دینے کے لئے قانونی ضرورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ پارٹی کے دستور میں ہندوستان کے آئین،

سوشلزم، سیکولرزم اور جمہوری اصولوں کا پابند رہنے اور ہندوستان کی وحدت، خودمختاری اور سلامتی کا پاس رکھنے کا عہدو پیمان کیا گیا ہو۔

اگر چہ رجسٹریشن کے وقت سیاسی پارٹیاں آئینی ضابطوں اور جمہوری اصولوں وغیرہ پر کاربند رہنے کا عہد کرتی ہیں لیکن اس سلسلہ میں خلاف ورزی کی صورت میں کوئی ایسا قانونی ضابطہ نہیں ہے جس کے تحت کمیشن ان کے خلاف کوئی تعزیری کارروائی کرسکے یا ان کا رجسٹریشن ختم کردے۔

کمیشن نے قانون میں ایک ترمیم کی سفارش کی تھی جس میں سیاسی پارٹیوں کا رجسٹریشن ختم کرنے کے عمل کو منضبط کرنے کے لئے کمیشن کو بااختیار بنانے کی بات کہی گئی تھی۔

پارٹی کے اندر جمہوریت

سیاسی پارٹی کے طور پر رجسٹریشن کی پیشگی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ پارٹی اپنے فیصلہ سازی کے عمل میں جمہوری طریقہ کار اختیار کرے گی اور مختلف عہدوں اور کمیٹیوں کے لئے انتخابات کرائے گی۔

تاہم انتخابی کمیشن پارٹیوں کے داخلی انتخابی عمل کی نگرانی نہیں کرتا۔

سیاسی پارٹیوں کے کھاتوں میں شفافیت

موجودہ قانون امیدواروں کے انتخابی اخراجات پر تو حد مقرر کرتا ہے لیکن سیاسی پارٹیوں پر نہیں، مزید برآں فنڈ جمع کرنے اور اسے خرچ کرنے کے طریقہ کار کی لئے کوئی ضابطہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کھاتے عوام کے سامنے ہیں کہ وہ اس کی جانچ کرسکیں۔ اس میں شفافیت لانے کے لئے کمیشن نے تجویز رکھی ہے کہ انتخابی کمیشن کی مخصوص کردہ فہرست سے سیاسی پارٹیوں کے کھاتوں کو چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس سے آڈٹ کرایا جانا چاہئے۔ مزید برآں ان آڈٹ شدہ کھاتوں کو عام کیا جانا چاہئے۔

مسترد کرنے کا حق

حال ہی میں سماجی کارکنوں کی طرف سے تجویز پیش کی گئی جس میں ووٹروں کو یہ حق دینے کی بات کہی گئی ہے۔ اگر انہیں یہ لگتا ہے کہ کوئی بھی امیدوار لائق نہیں ہے تو وہ NOTA (ان میں سے کوئی نہیں) کے تحت وہ سب ہی کو مسترد کرسکیں۔ سپریم کورٹ نے 2013 میں نوٹا کو منظوری دے دی لیکن مسترد کرنے کا حق نہیں دیا۔

ان میں سے کوئی نہیں (NOTA) کا استعمال: جس طرح سے مسترد کرنے کے حق پر عمل درآمد ہونا چاہئے، وہ ای وی ایم میں دیئے گئے ایک بٹن 'ان میں سے کوئی نہیں (نوٹا)' کے متبادل کے ذریعہ ہوگا۔

یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ نوٹا کو مسترد کرنے کے حق کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اگر 99 ووٹر نوٹا کا بٹن دباتے ہیں اور ایک ووٹر امیدوار کو ووٹ دیتا ہے تو بھی انتخابی کمیشن امیدوار کو فاتح قرار دے گا۔ 99 ووٹروں کے ووٹ یا تو خالی رہیں گے یا Invalid قرار پائیں گے۔ نوٹا متبادل کے لئے انتخابی کمیشن کی تجویز غیر جانب داری اور ووٹ نہ دینے کے عمل کو راز میں رکھنا ہے۔

واپس بلانے کا حق

واپس بلانے کا حق ایک اور انتخابی اصلاح ہے جس کا مطالبہ انا ہزارے جیسے سماجی کارکنوں نے کیا ہے۔ واپس بلانے کا حق ووٹروں کے لئے ایسا طریقہ کار ہے جس کے توسط سے وہ ایک منتخب رکن پارلیمان یا رکن اسمبلی کی رکنیت ختم کرسکتے ہیں لیکن یہ دشواریوں سے پر ہے کیوں کہ اس کا قوی امکان ہے کہ شکست خوردہ امیدوار انتخاب ہارنے کے بعد فوراً یہ طریقہ استعمال کریں گے۔ اس صورت میں منتخب امیدوار کو کام کاج شروع کرنے کے لئے وقت نہیں ملے گا۔

لازمی ووٹنگ

انتخابی اصلاحات سے متعلق ایک اور معاملہ جو اٹھایا جارہا ہے، وہ ہے ووٹنگ کو لازمی قرار دینا کیوں کہ بہت سے ووٹروں کے اندر اس کے تئیں بے حسی پائی جاتی ہے، خاص طور سے شہری علاقوں میں۔ اس سے متعلق میرا نظریہ یہ ہے کہ لازمیت اور جمہوریت کا اطلاق ایک ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کمیشن کا یہ موقف ہے کہ ووٹروں کے اندر بیداری پیدا کرکے انتخابات میں ان کی شراکت داری بڑھائی جاسکتی ہے جیسا کہ 2010 سے 22 ریاستوں میں ہوئے انتخابات میں دیکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں عام انتخابات 2014 کی مثال بھی دی جاسکتی ہے جس کے دوران کہیں کہیں 80 فی صد سے زائد پولنگ ہوئی تھی۔ ان اقدامات کی وجہ سے انتخابی تاریخ کے 60 سال میں سب سے زیادہ پولنگ درج کی گئی۔ میرا یہ موقف صحیح ثابت ہوا ہے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ووٹروں کو پابند بنانے کے بجائے ان کے اندر تحریک اور آسانیاں پیدا کی جائیں۔

ایف پی ٹی پی نظام کی اہمیت

کم ووٹنگ سے ایک دوسری تشویش سامنے آرہی ہے، وہ یہ کہ مجموعی ووٹ کا صرف دس یا بیس فی صد ووٹ حاصل کرنے والے امیدوار منتخب ہو رہے ہیں۔ اس سے ایف پی ٹی پی نظام کی اہمیت سے متعلق سوال پیدا ہو رہے ہیں۔

مقننہ کے ایوان زیریں لوک سبھا اور اسمبلیوں کے انتخابات راست الیکشن کمیشن کے ذریعہ واحد رکن علاقائی پارلیمانی اور اسمبلی حلقوں سے ہوتے ہیں۔ ان انتخابات میں First - Past- The post (FPTP) نظام پر عمل کیا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا اور قانون ساز کونسلوں کے انتخابات تناسب پر مبنی نمائندگی کے نظام کے تحت ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں رائج ایف پی ٹی پی نظام میں ووٹروں کو اپنے حلقوں میں الیکشن لڑرہے امیدواروں میں سے ایک امیدوار کو ووٹ دینا ہوتا ہے، جس امیدوار کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں، وہ منتخب قرار دیا جاتا ہے۔ جیتنے والے امیدوار کے ووٹ فی صد کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اسے چاہے واضح اکثریت ملے یا نہ ملے۔ اگر ایک یا زائد امیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں کی تعداد برابر ہوتی ہے تو قرعہ اندازی کے ذریعہ فاتح کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ایف پی ٹی پی نظام کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

-ووٹروں کے لئے اسے سمجھنا آسان ہے۔

-ووٹوں کی گنتی میں آسانی ہوتی ہے۔

-فاتح کا جلد پتہ چل جاتا ہے۔

-ووٹر اپنی پسند کا نمائندہ منتخب کر سکتے ہیں۔

-ہر حلقے کے لئے پہلے سے ہی نمائندے کی شناخت ہوتی ہے جو اپنے ووٹروں کے تئیں جواب دہ ہوتا ہے۔

-ہر امیدوار کو حلقے میں حاصل ہونے والی حمایت کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

-اس نظام نے عام طور پر مرکز اور ریاستوں میں مستحکم حکومتیں دی ہیں۔

تناسب پر مبنی نمائندگی کا نظام

ایف پی ٹی پی نظام کی مخالفت کرنے والے تناسب پر مبنی نظام متعارف کرانے کے لئے وکالت کر رہے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اس کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائی ہیں۔ 2014 کے عام انتخابات کے بعد یہ مطالبہ مزید تیز ہو گیا ہے جب ایک پارٹی بی ایس پی کو 20 فی صد ووٹ حاصل ہونے کے باوجود اس کا ایک بھی امیدوار کامیاب نہیں ہوا۔

تناسب پر مبنی نمائندگی کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ ایک قسم سنگل ٹرانسفر یبل ووٹ ہے۔ راجیہ سبھا اور ریاستوں کی قانون ساز کونسلوں کے انتخابات میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

انتخابی فائدہ کے لئے مذہب کا ناجائز استعمال تشویش کی اور وجہ

لوک سبھا میں 1994 میں ایک بل پیش کیا گیا تھا (آر پی (دوسرا ترمیمی بل 1994) جس کے ذریعہ ایک ترمیم کی تجویز رکھی گئی تھی جس میں یہ التزام تھا کہ سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ مذہب کے ناجائز استعمال کے معاملہ میں ہائی کورٹ کے سامنے سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ 1996 میں لوک سبھا تحلیل ہونے کی وجہ سے بل کی میعاد ختم ہو گئی۔ کمیشن نے تجویز رکھی ہے، اس بل کے پرویژن پر از سر نو غور کیا جائے کیوں کہ مذہبی جنون آزادانہ اور غیر جانب داری انتخابات کے لئے سنگین خطرہ ہے جس سے سختی سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ اشتعال انگیز تقریروں سے بھی فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوتی ہے، اس سے بھی سختی سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔

پیڈ نیوز کو انتخابی جرم قرار دینے کے لئے قانون میں ترمیم

پیڈ نیوز کی لعنت حالیہ دنوں کی بات ہے۔ کمیشن نے عوامی نمائندگی قانون 1951 میں ترمیم کی تجویز رکھی ہے تاکہ کسی امیدوار کے انتخاب کے امکان کو بڑھانے یا اسے متاثر کرنے کے لئے پیڈ نیوز کی اشاعت یا اشاعت کے لئے اکسانے کے قدم کو انتخابی جرم قرار دیا جا سکے، جس میں کم از کم دو سال جیل کی سزا کا التزام ہو۔

انتخابی جرائم میں سزا میں اضافہ

انتخابات کے دوران بلا جواز اثر و رسوخ استعمال کرنا اور رشوت دینا تعزیرات ہند کی دفعات 171B اور 17C کے تحت انتخابی جرائم ہیں۔ تاہم یہ جرائم ناقابل مواخذہ جرائم کے زمرے میں آتے ہیں جن کی وجہ سے یہ پرویژن تقریباً غیر موثر ہوئے ہیں۔

دفعہ 171-G کے تحت کسی الیکشن کے نتیجہ کو متاثر کرنے کی غرض سے انتخابات کے سلسلے میں غلط بیان شائع کرنے پر صرف جرمانہ ہونا ہے۔ دفعہ 171-G کے تحت کسی امیدوار کو منتخب کرانے کے لئے خرچ کرنا یا خرچ کی اجازت دینا ایک جرم ہے۔ تاہم اس دفعہ کے تحت جرم کی سزا محض 500 روپے کا جرمانہ ہے۔ ساٹھ سال قبل یہ رقم چاہے بہت زیادہ رہی ہو لیکن اب یہ مضحکہ خیز ہے۔

یہ سزائیں 1920 میں طے کی گئی تھیں۔ آزادانہ اور غیر جانب دارانہ انتخابات کے تناظر میں مذکورہ دفعات کے تحت ان جرائم کی سنگین نوعیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے چاروں دفعات کے تحت سزا میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور اگر ان سے مطلوبہ مقصد حاصل کرنا ہے تو انہیں قابل مواخذہ بنانا ہوگا۔

حکومت کے آخری چھ ماہ کے دوران اس کی حصولیابیوں سے متعلق اشتہارات پر پابندی ہونی چاہئے۔ حفظان صحت سے متعلق اسکیموں، خشک سالی اور سیلاب سے متعلق اقدامات وغیرہ کے بارے میں اشتہارات اور معلومات کو اس پابندی سے مستثنیٰ رکھا جا سکتا ہے۔

گزشتہ چار دہائیوں میں سیاسی نظام کو صاف ستھرا بنانے کی غرض سے انتخابات اصلاحات کے لئے کم سے کم سات قومی سطح کی کمیٹیوں اور کمیشن نے متعدد تجاویز پیش کی ہیں۔ یہ خود انتخابی کمیشن کی سفارشات اور متعدد یاددہانیوں کے علاوہ ہے۔ مذکورہ بالا اصلاحات 10 سے 20 سال سے حکومت کے پاس زیر التوا ہیں جب کہ سیاسی نظام پر عوام کا اعتماد کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر جمہوریت پر عوام کے کم ہونے سے پہلے حکومت کو فوری کارروائی کرنی ہوگی۔ معاملہ پوری طرح واضح ہے۔ ہمیں صرف آنکھوں سے پردہ ہٹانے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

یوجنا

آئندہ شمارے

اگست شہری منصوبہ بندی، **ستمبر** غیر روایتی شعبہ، **اکتوبر** تکنالوجی، جدت اور علم پر مبنی معیشت، **نومبر** براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اور عالمی تجارت اور **دسمبر** 2014 کا شمارہ وفاقیت اور ہندوستانی سیاسی نظام پر مخصوص ہوگا۔

ای میل yojanaurdu.com@gmail.com

مضامین ارسال کرنے کا پتہ:

ایڈیٹر یوجنا (اردو) 538-A، یوجنا بھون، پارلیمنٹ اسٹریٹ، نئی دہلی-110001

قارئین اپنی کاپیاں پیشگی بک کرالیں۔ سالانہ چندہ اور خریداری کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں:

جگدیپ ایس چھوکر

انتخابی اصلاحات:

ماضی کے اقدامات پرایک نگاہ اور مستقبل کا خاکہ

نئی لوک سبھا کا ایک سال 3جون 2015 کو پورا ہوگا۔ اگر 4جون 2015 کو لوک سبھا میں کوئی بھی موجودہ رکن ایسا نہیں ہوگا جس کے خلاف کوئی مجرمانہ معاملہ زیر التوا ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ نئے وزیر اعظم نے انتخابی مہم میں کیا گیا اپنا وعدہ پورا کیا ھے اور ملک کا سر فخر سے بلند کیا ھے۔

درج ذیل بیان کے سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

’’اپنی ستائش کو درکنار کرتے ہوئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم موجودہ ان حالات کا جائزہ لیں، جو ہمارے لئے باعث تشویش ہیں اور ہمیں غور وفکر کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں کیوں کہ یہ حالات آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی ہماری بنیادوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔

الیکشن میں دولت اور طاقت کا رول تسلیم شدہ جمہوری قدروں اور اصولوں کو بری طرح متاثر کررہا ہے اور انتخابی عمل کو تباہ کررہا ہے، سیاست کو تیزی سے جرائم سے آلودہ کرنے کے واقعات بوتھوں پر قبضہ کرنے، دھاندلی، تشدد وغیرہ برائیوں کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔

سرکاری مشنری کا غلط استعمال یعنی سرکاری میڈیا اور وزارتی اسٹاف کا بے جا استعمال، غیر سنجیدہ امیدواروں کے حصہ لینے کی بڑھتی ہوئی لعنت ہمارے انتخابی مسائل کی جڑ ہیں، اور قبل اس کے کہ ہمارا انتخابی نظام تباہ ہوجائے اسے درست کرنے کے لئے اصلاحی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔

بلاشبہ انتخابی اصلاحات ایک مسلسل عمل کا حصہ ہیں لیکن اس سمت میں اب تک جو کوششیں کی گئی ہیں وہ مسئلہ کے معمولی حصہ کو بھی نہیں چھو سکی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ناکام رہی ہیں۔ حق رائے دہی کے لئے عمر میں کمی اور دل بدلی قانون جیسے حالیہ دنوں میں کئے جانے والے بعض اقدامات بلاشبہ قابل تعریف ہیں اور ان اقدامات کی حقیقی روح قابل ستائش ہے۔لیکن انتخابی میدان میں ایسے کئی اور اہم و لازمی شعبے ہیں جنہیں یکسر نظر انداز کردیا گیا ہے یا انہیں یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔‘‘

کیا اوپر بیان کی گئی باتیں عام ہیں اور یہ آپ کو اکثر سننے کو ملتی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ صحیح بھی ہیں اور غلط بھی۔صحیح اس لئے کیونکہ آج بھی حالات جوں کے توں

☆مصنف انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ، احمد آباد کے سابق پروفیسر، ڈین اور ڈائریکٹر انچارج ھیں۔ مضمون میں ظاھر کئے گئے خیالات ان کے ذاتی ھیں۔

برقرار ہیں اور غلط اس لئے کیوں کہ درج بالا بیان تقریباً ایک چوتھائی صدی پہلے کا ہے۔ یہ بیان مئی 1990 کا ہے جسے گوسوامی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں دیا تھا۔ سرکاری طور پر اسے انتخابی اصلاحات سے متعلق کمیٹی کہا جاتا ہے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ " گذشتہ تمام چار دہائیوں میں اور بالخصوص 1967 کے بعد سے انتخابی اصلاحات کا مطالبہ زور شور سے کیا جاتا رہا ہے۔"

گذشتہ چار دہائیوں سے زیادہ مدت سے انتخابی اصلاحات کا مطالبہ کے بعد اس وقت کے وزیر اعظم وی پی سنگھ نے 9 جنوری 1990 کو ایک کل جماعتی میٹنگ طلب کی تھی۔ میٹنگ کے نتیجے میں اس وقت کے وزیر قانون مسٹر دنیش گوسوامی کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ کمیٹی کے اراکین میں مسٹر لال کرشن اڈوانی، مسٹر سوم ناتھ چٹرجی، مسٹر ایرا سیزیان جیسے صف اول کے سیاست داں اور کئی ممتاز بیوروکریٹ مثلاً سابق گورنر مسٹر ایل پی سنگھ اور سابق چیف الیکشن کمشنر مسٹر ایس ایل شکدھر وغیرہ شامل تھے۔ گوسوامی کمیٹی نے 107 سفارشات پیش کیں۔ مجھے اس بات کا درست علم نہیں ہے کہ ان 107 سفارشات میں سے کتنی نافذ کی گئیں اور کس حد تک نافذ کی گئیں لیکن یہ بات تو واضح ہے کہ ان میں سے بیشتر نافذ نہیں کی گئیں یا ان پر سنجیدگی سے یا سرے سے غور ہی نہیں کیا گیا۔

اس ضمن میں اگلا اہم واقعہ، گو کہ اس کا انتخابی اصلاحات سے براہ راست تعلق نہیں تھا، 1993 کا ہے۔ اسے ووہرا کمیٹی رپورٹ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اسے اس وقت کے حکومت ہند کے داخلہ سکریٹری مسٹر این این ووہرا نے تیار کیا تھا، جو کہ فی الحال جموں و کشمیر کے گورنر ہیں۔ کمیٹی درحقیقت پانچ انتہائی سینئر سرکاری افسران پر مشتمل تھی لیکن رپورٹ خود مسٹر این این ووہرا نے تیار کی تھی۔ کمیٹی کا0 قیام ایسے جرائم سنڈیکیٹ یا مافیا تنظیموں کی سرگرمیوں کے متعلق دستیاب تمام معلومات کا جائزہ لینا تھا جنھوں نے سرکاری اہلکاروں اور سیاسی شخصیات سے رابطے استوار کر لئے تھے اور ان کی پشت پناہی حاصل کر رہے تھے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اس رپورٹ کو عام نہیں کیا گیا، لیکن ہم جس کھلے سماج میں رہتے ہیں، یہ رپورٹ انٹرنیٹ پر آسانی سے دستیاب ہے اور اس کے مواد کی تردید نہیں کی گئی ہے۔ انتخابی اصلاحات کے ضمن میں اس رپورٹ کا سب سے اہم رول یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں 'سیاست کو جرائم سے آلودہ اور جرائم کی سیاست کاری' جیسا مقولہ سامنے آیا یا مقبول ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انتخابی عمل پر منظم اور غیر منظم دونوں طرح کے جرائم کے اثرات کو تسلیم کیا گیا، گو کہ اسے عام نہیں کیا گیا۔

انتخابی اصلاحات کے سمت میں اگلی باضابطہ کوشش 1998 میں کی گئی۔ جسے عرف عام میں اندر جیت گپت کمیٹی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کمیٹی کا باضابطہ نام 'انتخابات کے لئے سرکاری اعانت سے متعلق کمیٹی' تھا۔ اسے 1998 میں قائم کیا گیا اور اس میں مسٹر اندر جیت گپت، مسٹر سومناتھ چٹرجی، ڈاکٹر من موہن سنگھ، پروفیسر وجے کمار ملہوترا اور مسٹر دگ وجے سنگھ جیسے مشہور و معروف رہنماؤں کو شامل کیا گیا۔

انتخابی اصلاحات کے سلسلے میں اندر جیت گپت کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ اکثر دیا جاتا ہے اور انتخابات کے لئے سرکاری اعانات کی حمایت میں اس رپورٹ کا سب سے زیادہ ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن رپورٹ کا 'نتیجہ' کے ابتدائی پیراگراف قابل ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''حتمی نتیجہ پر پہنچنے سے قبل کمیٹی غور و خوض پر مبنی اپنے اس نقطہ نظر کو پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ اس کی سفارشات کی نوعیت محدود ہے اور انتخابی اصلاحات کے مختلف پہلوؤں میں سے صرف ایک پہلو تک محدود ہے، لہٰذا یہ سفارشات انتخابی منظر نامہ میں محض چند نمائشی تبدیلیاں ہی لا سکیں گی۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ انتخابی عمل کی فوراً اوورہالنگ کی جائے تا کہ انتخابات کو متاثر کرنے والے تمام برے عناصر اور بالخصوص سیاست کی جرائم کاری سے پاک کیا جا سکے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دولت اور طاقت دونوں مل کر انتخابی عمل کو خراب کرتے ہیں، جس سے انتخاب مقابلہ آرائی کی پاکیزگی داغدار ہو رہی ہے اور آزادانہ و منصفانہ انتخابات متاثر ہو رہے ہیں۔ انتخابی سرگرمیوں کے دیگر شعبوں میں بھی بامعنی انتخابی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔''

اگلا قدم اور میری رائے میں انتخابی اصلاحات کے سلسلے میں اب تک جو دستاویزات پیش کئے گئے ہیں ان میں سب سے اہم دستاویز مئی 1999 میں اس وقت کے وزیر قانون رام جیٹھ ملانی کو پیش کردہ لا کمیشن آف انڈیا کی 170 ویں رپورٹ ہے۔ 'انتخابی قوانین میں اصلاحات' کے عنوان سے یہ رپورٹ لا کمیشن نے تیار کی تھی، جس کی صدارت سپریم کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج جسٹس بی پی جیون ریڈی کر رہے تھے۔ ان سابقہ تجربات کے مدنظر کہ ٹکڑے ٹکڑے میں کی جانے والی کوششیں سود مند ثابت نہیں ہوئی ہیں، نیز انتخابی عمل کی پیچیدگیوں کو

سامنے رکھتے ہوئے قانون کمیشن سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ملک کے پورے انتخابی نظام پر ایک جامع نگاہ ڈالے اور ایسے اصلاحات کی نشاندہی کرے جو سماج کی ضروریات کو ہم آہنگ رکھتے ہوئے انتخابی اصلاحات کے لئے ضروری ہیں۔ کمیشن نے ٹھیک اسی کے مطابق جامع انداز میں غور وخوض کیا اور اپنی سفارشات پیش کرنے سے قبل پورے انتخابی نظام کے تمام اجزاء کا معروضی طور پر جائزہ لیا۔ لیکن کمیشن کی سفارشات کو نافذ کرنے کے سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد 23 فروری 2000 کو حکومت نے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس ایم این وینکٹ چلیا کی قیادت میں آئین کے طریقہ کار پر نظر ثانی کرنے کے لئے ایک قومی کمیشن قائم کیا۔ اس کے اراکین میں انتہائی معزز اور معروف شخصیات شامل تھے۔ ان میں سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس آر ایس سرکاریہ، لوک سبھا کے سابق اسپیکر مسٹر پی اے سنگما، ہندوستان کے اٹارنی جنرل مسٹر سولی جے سوراب جی، سینئر ایڈوکیٹ اور ہندوستان کے سابق اٹارنی جنرل مسٹر کے پراسرن، روزنامہ اسٹیٹس مین کے چیف ایڈیٹر اور مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر سی آر ایرانی اور امریکہ میں ہندوستان کے سابق سفیر ڈاکٹر عابد حسین کے نام شامل ہیں۔

این سی آر ڈبلیو سی کے نام سے مشہور اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ 31 مارچ 2002 کو سونپ دی۔ اس رپورٹ میں ایک علیحدہ باب (باب 4) ہے جس کا عنوان رکھا گیا ہے "انتخابی عمل اور سیاسی جماعتیں" اور 38 سفارشات کی گئی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ ان سفارشات کو نافذ کرنے کی سمت میں کچھ نہیں کیا گیا۔

الیکشن کمیشن آف انڈیا انتخابی سسٹم میں مختلف اصلاحات کے لئے وقتاً فوقتاً حکومت ہند کو اپنی سفارشات پیش کرتا رہا ہے کیوں کہ انتخابی سسٹم میں اپنے طور پر اصلاحات کرنا الیکشن کمیشن کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے لئے انتخابات منعقد کرانے کے ضابطے 1961 عوامی نمائندگی قانون 1951 اور اسی طرح کے چند دیگر ضابطوں اور قوانین میں ترمیم کی ضرورت پڑے گی۔ حالاں کہ حکومت نے وقتاً فوقتاً ان میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں لیکن بڑی اور جامع تبدیلی کو مسلسل نظر انداز کیا گیا ہے۔ الیکشن کمیشن

نے نظر انداز کئے جانے والی ایسی 22 سفارشات کی ایک فہرست مرتب کی اور اس وقت کے چیف الیکشن کمشنر نے ان سفارشات کی تفصیلات کے ساتھ وزیر اعظم کو 5 جولائی 2004 کو ایک خط لکھا اور 30 جولائی 2004 کو انہیں عوامی طور پر شائع بھی کر دیا۔ حکومت نے ان سفارشات کے سلسلے میں کوئی واضح رد عمل ظاہر نہیں کیا۔

اس کے بعد 2008 میں دوسری ایڈمنسٹریٹو ریفارمس کمیشن کی رپورٹ سامنے آئی، جس میں بھی انتخابی سسٹم کے متعلق کچھ اہم تبصرے کئے گئے تھے اور انتخابی اصلاحات کے لئے کچھ سنجیدہ سفارشات کی گئی تھیں۔ بد قسمتی سے حکومت نے ان سفارشات کو نافذ کرنے میں کسی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

آخر کار 9 دسمبر 2010 کو اس وقت کے وزیر قانون ویرپا موئلی اور چیف الیکشن کمشنر ایس وائی قریشی نے ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ انتخابی اصلاحات کے سلسلے میں قومی اتفاق رائے بنانے کے لئے سات علاقائی اور ایک قومی سطح کی مشاورتی میٹنگ کی جائے گی جس کے بعد انتخابی اصلاحات کے متعلق ایک نیا جامع قانون لایا جائے گا۔ بہرحال الیکشن کمیشن آف انڈیا کے تعاون سے 2011 میں سات علاقائی میٹنگیں ہوئیں۔ اس سلسلے کی آخری میٹنگ گوہاٹی میں 5 جون 2011 کو منعقد ہوئی۔ اس کے بعد قومی سطح کی میٹنگ ہونی تھی لیکن اس کے لئے وقت کبھی نہیں مل سکا۔ ایسی خبریں تھیں کہ انتخابی اصلاحات کے سلسلے میں ایک بل کا مسودہ تیار کیا گیا ہے اور وزیر قانون نے اس پر وزیر اعظم کے ساتھ زائد از ایک مرتبہ تبادلہ خیال کیا ہے۔ اس کے بعد وزیر قانون بدلتے رہے اور اب تو حکومت بھی تبدیلی ہوگئی ہے۔

اس سارے قضیے میں آخری کڑی اس وقت جڑ گئی جب اس وقت کے رخصت پذیر چیف الیکشن کمشنر ڈاکٹر ایس وائی قریشی نے 10 جون 2012 کو اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے سے قبل 13 اپریل 2012 کو وزیر اعظم کو ایک خط لکھا۔ ڈاکٹر قریشی اس وقت کے وزیر قانون ویرپا موئلی کے ساتھ تفصیلی او ربار بار ہونیوالی بات چیت میں ذاتی طور پر شامل رہے تھے۔ ان کے خط کے چند اقتباسات ذیل میں درج ہیں، جن سے ملک میں انتخابی نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کرنے والوں کی مایوسی کا پتہ چلتا ہے:

"لہٰذا آں جناب براہ کرم مجھے اس حقیقت کے اظہار کی اجازت دیں کہ اس ضمن میں ضروری قانون کو حقیقی شکل نہ دئے جانے سے کمیشن کی انتہائی مایوسی ہوئی ہے۔"

"البتہ ہمارے انتخابی عمل میں بعض خامیوں کی ... وجہ سے ہمارے انتخابات کے معیار پر اکثر سوالیہ نشان لگتے ہیں۔ کمیشن کے اصلاحی تجاویز کا مقصد ہمیشہ اس افسوس ناک صورت حال کو دور کرنا رہا ہے۔ حالاں کہ

حکومت اور پارلیمنٹ نے چند معمولی اصلاحات کیے ہیں لیکن اب تک کوئی ٹھوس سدھار نہیں ہوا ہے۔''

''میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بعض تجاویز تکنیکی نوعیت کے ہیں جن کے لئے وزارت قانون وانصاف کے صرف چند ضابطوں میں ترمیم کرنا کافی ہوگا تاہم یہ بھی ایک عرصے سے زیر التوا ہیں۔''

اوپر ہم نے 1986 کے بعد سے ملک میں انتخابی اصلاحات کے لئے پچھلے 47 برسوں کے دوران کئے جانے والے اقدامات کی تاریخ میں جھانکنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم اس بات پر غور کر سکتے ہیں کہ ہم کہاں تک پہنچے ہیں' اب تک کیا ہو سکا ہے اور کیا کرنے کی ضرورت ہے اور کیا کچھ کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ صورتحال

جہاں تک انتخابی اصلاحات کا سوال ہے 2013 کا سال انتہائی اہم رہا ہے۔ اس سال عدالتی اور نیم عدالتی اداروں سے بعض ایسے فیصلے ہوئے جو مثبت لگتے ہیں۔ ان کا آغاز 3 جون 2013 سے ہوا جب سنٹرل انفارمیشن کمیشن نے حق اطلاعات قانون (آر ٹی آئی) کے تحت عوامی اتھارٹی قرار دیا اور انہیں حکم دیا کہ اس فیصلے کے چھ ہفتے کے اندر وہ اپنے یہاں پبلک انفارمیشن آفیسر کو مقرر کریں۔ اس فیصلے کو ایک برس سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن سیاسی جماعتوں نے اب تک اس فیصلے کو نافذ نہیں کیا ہے۔ دوسری طرف اس حکم کو کالعدم قرار دینے کے لئے آر ٹی آئی قانون میں ترمیم کرنے کی کوششیں کی گئیں' حالانکہ اس میں انہیں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ لہذا یہ معاملہ اب بھی تعطل کا شکار ہے۔

اگلا واقعہ سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ تھا' جو للّی تھامس اور لوک پرہری کے نام سے مشہور ہوا' جس میں عدالت نے فیصلہ دیا تھا کہ کسی موجودہ ممبر پارلیمنٹ یا ممبر اسمبلی کو کسی مجرمانہ معاملے میں اگر نچلی عدالت کی طرف سے بھی دو سال یا اس سے زیادہ کی جیل کی سزا سنائی جاتی ہے تو اس کی رکنیت فوری طور پر ختم ہو جائے گی بھلے ہی بڑی عدالت میں اس کی اپیل زیر سماعت کیوں نہ ہو۔ عدالت نے عوامی نمائندگی قانون کی دفعہ 8(4) کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے 10 جولائی 2013 کو یہ فیصلہ سنایا تھا۔ لیکن عدالت کے اس حکم کو کالعدم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عوامی نمائندگی قانون میں ترمیم کے متعلق ایک آرڈی ننس جاری کر دیا گیا بہر حال یہ کوششیں کامیاب نہیں ہو سکیں اور عدالت کا فیصلہ اب بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔ جس کے نتیجے میں تین ممبران پارلیمنٹ کو اپنی رکنیت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سپریم کورٹ نے اگلا اہم فیصلہ ریسرجنٹ انڈیا نامی ایک سول سوسائٹی تنظیم کی طرف سے دائر کردہ مفاد عامہ کی عرضی پر 13 ستمبر 2013 کو دیا۔ عدالت نے اعلان کیا کہ اگر کوئی امیدوار حلف نامہ میں کوئی ایسا کالم خالی چھوڑ دیتا ہے' جسے کاغذات نامزدگی (ا) میں پر کرنا لازمی ہو تو الیکشن افسر اس کے کاغذات نامزدگی کو رد کر سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں 2014 کے لوک سبھا انتخابات میں بعض اہم سیاست دانوں کو اپنے حلف ناموں میں ایسی معلومات بھی دینی پڑی جسے وہ سابقہ انتخابات میں پیش کردہ اپنے حلف ناموں میں کالم خالی چھوڑ دیا کرتے تھے۔

ایک اور اہم فیصلہ 27 ستمبر 2013 کو اس وقت سامنے آیا جب سپریم کورٹ نے پیپلز یونین فار سول لبرٹیز (PUCL) کے ذریعہ دائر کردہ مفاد عامہ کی ایک عرضی (پی آئی ایل) پر فیصلہ سناتے ہوئے الیکشن کمیشن آف انڈیا کو حکم دیا کہ وہ الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں (ای وی ایم) میں 'Non of the Above' یعنی درج بالا میں سے کوئی نہیں (نوٹا) کا بٹن لگائے تاکہ جو ووٹر الیکشن میں مقابلہ کرنے والے امیدواروں میں سے کسی کو بھی ووٹ نہیں دینا چاہتا ہو وہ اپنی ووٹ کی رازداری کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی پسند کا استعمال کر سکے۔ عدالت نے اپنے فیصلے کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل دلیل دی:

''اس طرح کا متبادل فراہم کرنے سے ووٹروں کو سیاسی جماعتوں کے ذریعہ کھڑے کئے گئے امیدواوں کو پسند نہ کرنے کے اپنے حق کو استعمال کرنے کا موقع مل سکے گا۔ جب سیاسی جماعتوں کو یہ پتہ چلے گا کہ بڑی تعداد میں لوگوں نے ان کے امیدواروں کو نامنظور کر دیا ہے تو دھیرے دھیرے نظام میں تبدیلی آئے گی اور سیاسی جماعتیں ایسے امیدوار کھڑا کرنے کے لئے مجبور ہوں گی جو لوگوں کو قابل قبول ہوں اور اپنی ایمانداری کے لئے جانے جاتے ہوں۔'' (پیرا۔ 55)

سپریم کورٹ نے انتخابی نظام میں اصلاحات کی اپنی کوششیں 2014 میں بھی جاری رکھی ہیں۔ 10 مارچ 2014 کو عزت مآب عدالت نے پبلک انٹرسٹ فاؤنڈیشن کی طرف سے دائر کردہ ایک مفاد عامہ کی عرضی پر اپنے فیصلے میں تمام نچلی عدالتوں کو حکم دیا کہ وہ موجودہ ممبران پارلیمنٹ اور ممبران اسمبلیوں کے خلاف چلنے والے مجرمانہ مقدمات کا فیصلہ ایک سال کے اندر سنائیں اور متعلقہ ہائی کورٹوں سے بھی کہا ہے کہ وہ ایسے معاملات کی سماعت میں ہونے والی پیش رفت پر نگاہ رکھیں۔

ایک اور تاریخی فیصلہ 5 مئی 2014 کو آیا جو اشوک چوان پیڈ نیوز کیس کے طور پر مشہور ہوا۔ 2009 کے مہاراشٹر ریاستی اسمبلی انتخابات میں نانڈیز (مہاراشٹر) کے تحت بھوکر اسمبلی حلقہ میں اشوک چوان سے ہار جانے والے مادھوراو کنہلکر نے الیکشن کمیشن آف انڈیا سے شکایت کی تھی کہ اشوک چوان نے اپنے انتخابی اخراجات کے تحت اعلان کیا تھا کہ انہوں نے لوک مت اخبار کے ضمیمے کے صفحات کے لئے خرچ کی گئی رقم شامل نہیں کی ہے۔ کمیشن نے شکایت کی جانچ کی اور اشوک چوان کو وجہ بتاؤ نوٹس جاری کیا کہ عوامی نمائندگی قانون کے دفعہ 10 اے کے تحت ان کے انتخاب کو کیوں کہ غیر قانونی قرار دے دیا جائے۔ چوان نے ہائی کورٹ میں اپیل کی لیکن انہیں وہاں کامیابی نہیں ملی۔ اس کے بعد انہوں نے سپریم کورٹ میں دعوی کیا کہ عوامی نمائندگی قانون کی دفعہ 10 اے الیکشن کمیشن کو صرف اخراجات کی تفصیل طلب کرنے کا حق دیتا ہے اور اسے انتخابی اخراجات کی تفصیل کی جانچ کا اختیار نہیں دیتا۔ سپریم کورٹ چوان کی اس دلیل سے متفق نہیں ہوا اور اس نے انتخابی اخراجات کی تفصیلات کی انکوائری کرنے کے الیکشن کمیشن آف انڈیا کے حق کو تسلیم کیا اور کہا کہ اگر تفصیلات غلط پائی گئیں تو کمیشن منتخب شخص کو نااہل قرار دے سکتا

ہے۔اس معاملے میں الیکشن کمیشن کو ابھی آگے کارروائی کرنی ہے۔

مستقبل کا منصوبہ

درج بالا باتوں سے واضح ہے کہ سول سوسائٹی جو کچھ کرسکتی ہے وہ اپنے طور پر کرتی رہی ہے۔ جب کچھ بھی کرنا ممکن نہیں دکھائی دیتا تو اس معاملے میں بالعموم عدالت کا راستہ اپنایا گیا ہے۔اس کے باوجود انتظامیہ اور قانون سازیہ اور دراصل پورا پالیٹیکل اسٹیبلشمنٹ انتخابی نظام میں کسی بھی طرح کے اصلاح میں رخنہ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ پورا سیاسی اسٹیبلشمنٹ ہی گم گشتہ راہ ہے۔اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ ان کے دلوں میں نادیدہ کا خوف ہو یا وہ صورت حال کو جوں کا توں برقرار رکھنا چاہتے ہیں' جو انہیں تبدیلی کے لئے آمادہ کرنے کی راہ میں حائل ہے۔

مرکز میں اب ایک نیا سیاسی نظام برسر اقتدار آ چکا ہے۔اپریل۔مئی 2014 کے دوران لوک سبھا انتخابات کے لئے زبردست انتخابی مہم میں یہ دیکھنے کو ملا کہ انتخابی اصلاحات کے سلسلے میں متعدد بیانات دئے گئے ۔ سیاست میں جرائم کی آلودگی کے معاملے نے لوگوں کی کافی توجہ اپنی طرف مبذول کی ۔موجودہ وزیراعظم نے انتخابی مہم کے دوران ایک سے زائد مرتبہ یہ کہا کہ وہ سپریم کورٹ سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائے کہ لوک سبھا کے منتخب اراکین میں سے اگر کسی کے بھی خلاف مجرمانہ معاملات زیر التوا ہیں تو ان کا فیصلہ ایک سال کے اندر کیا جائے تا کہ جو قصوروار نہیں ہیں انہیں بری اور کلنک سے پاک کیا جا سکے۔لیکن ساتھ ہی یہ بھی یقینی بنایا جائے کہ جو قصوروار ہیں ان کا جرم ثابت ہو اور انہیں لوک سبھا سے برطرف کر دیا جائے۔اس سے قوم کو ایسی لوک سبھا دی جا سکے گی جس کے کسی بھی رکن کے خلاف کوئی مجرمانہ معاملہ زیر التوا نہ ہو۔

لوک سبھا کے نتائج سے کوئی اطمینان بخش خبر نہیں ملی ہے۔2014 کے لوک سبھا میں 186 اراکین ایسے ہیں جنہوں نے اپنے حلف ناموں میں اعلان کیا ہے کہ ان کے خلاف مجرمانہ معاملے زیر التوا ہیں۔ یہ پریشان کن بات ہے کیوں کہ 2004 اور 2009 کے لوک سبھاوں میں ایسے اراکین کی تعداد بالترتیب 125 اور 162 تھی۔

نئی لوک سبھا کا ایک سال 3 جون 2015 کو پورا ہوگا ۔اگر 4 جون 2015 کو لوک سبھا میں کوئی بھی موجودہ رکن ایسا نہیں ہوگا جس کے خلاف کوئی مجرمانہ معاملہ زیر التوا ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ نئے وزیراعظم نے انتخابی مہم میں کیا گیا اپنا وعدہ پورا کیا ہے اور ملک کا سر فخر سے بلند کیا ہے۔

☆☆☆

(ا) حلف نامہ داخل کرنے کا آغاز 3-2002 میں ہوا تھا۔اس کے لئے ایشوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمس نے دہلی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں مفاد عامہ کی کئی عرضیاں دائر کی تھیں ۔ اس ضمن میں عدالتوں کے فیصلے http://adrindia.org/sites/default/files/supreme_court's_judgement_2nd_May_2002.pdf اور http://adrindia.org/sites/default/files/supreme_court's_judgement_13th_March_2003 pdf پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا معاملہ تھا جس میں انتظامیہ اور قانون سازیہ نے انتخابی اصلاحات کے لئے عدلیہ کی طرف سے سول سوسائٹی کی پہل کو درست ٹھہرائے جانے کی اپنے اپنے طریقے سے مخالفت کرنے کی کوشش کی' بہر حال عدلیہ کا فیصلہ برقرار رہا۔

سمندری پیداوار کی برآمدات

☆مالی سال 14-2013 کے دوران سمندری پیداوار کی برآمدات اب تک کی سب سے اونچی 500.70 ملین امریکی ڈالر کی حد تک پہنچ گئی ہے۔سمندری پیداوار کی برآمدات نے مقدار، روپے اور ایک امریکی ڈالر میں قدر کے اعتبار سے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور برآمدات 30213.26 کروڑ روپے اور 5007.70 امریکی ڈالر کی مالیت کی بقدر 983756 میٹرک ٹن تک پہنچ گئی ہے۔سی فوڈ کی برآمدات میں گزشتہ برس کے مقابلے میں بالترتیب مقدار میں 5.98 فیصد، روپے میں 60.23 فی صد اور امریکی ڈالر کے لحاظ سے 42.6 فی صد کا اضافہ درج کیا ہے۔ یونٹ مالیت برآمدات بھی 13-2012 کے 3.78 کلوگرام فی ڈالر سے بڑھ کر 14-2013 میں 5.09 کلوگرام فی ڈالر پہنچ گئی اور اس میں 34.55 فی صد کا ریکارڈ اضافہ درج کیا ہے۔

<u>برآمدات کے اہم آئیٹم</u>: منجمد جھینگے برآمدات کا اہم آئیٹم ہے جس کا ڈالر آمدنی میں کل حصہ 64.12 فی صد ہے۔زیر تبصرہ مدت کے دوران جھینگے کی برآمدات میں مقدار، روپے اور ڈالر کی مالیت کے اعتبار سے بالترتیب 31.85 فی صد، 99.54 فی صد اور 78.06 فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔

<u>برآمدات کی اہم منڈیاں</u>: جنوب مشرقی ایشیا ہندستان کی سمندری پیداوار کا سب سے بڑا خریدار ہے۔اس کا امریکی ڈالر کی مالیت میں برآمدات کا حصہ 26.38 فی صد ہے۔امریکہ 25.68 فی صد حصے کے ساتھ دوسری سب سے بڑی منڈی ہے۔اس کے بعد یوروپی یونین (20.44 فی صد)، جاپان (8.21 فی صد) دوسرے ممالک (8.20 فی صد)، چین (5.85 فی صد) اور مشرقی وسطی (5.45 فی صد) کا نام آتا ہے۔

<u>بڑی بندرگاہوں سے برآمدات</u>: زیر تبصرہ مدت کے دوران 26 سمندری / فضائی / زمینی بندرگاہوں سے سمندری پیداوار برآمد ہوئی۔گزشتہ برس کی متعلقہ مدت کے مقابلے میں وشاکھا پٹنم، چینئی، کرشنا پٹنم، ٹوٹیکورین اور منگلور سے برآمدات میں بہتری آئی ہے۔

☆☆☆

کوشک بھٹاچاریہ

امیدواروں کی کثرت اور

ہندوستانی انتخابی اصلاحات

زیادہ کو کیسے کم کیا جاسکتا ہے

ہندوستان میں انتخابات منعقد کرائے جاتے ہیں' بظاہر صحیح ہے تاہم بہتری کی ایک واضح گنجائش موجود ہے۔ چوں کہ بیرونی ماحول بدلتا ہے' اس لئے ناگوار اور مجرمانہ سرگرمیاں بھی بدلتی ہیں۔ موثر ہونے کے لئے ضابطہ جاتی عمل سے معیاری طور پر ان سرگرمیوں کو فی الواقع ہونے سے روک دینا چاہئے نیز یہ بات صرف مسلسل نگرانی اور اصلاحات کے ذریعے ممکن ہے۔

یہ مضمون ہندوستانی انتخابی اصلاحات کا نہ تو خلاصہ ہے اور نہ ہی ایک تنقیدی جائزہ۔ معتدد ماہرین اور ماہرین کے گروپ پہلے ہی اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں نیز نتیجے کے طور پر اس کے بارے میں علمی مواد کافی ضخیم ہوگیا ہے۔ ان خامیوں اور پالیسی اقدامات کا ایک خلاصہ جن سے ان سے نمٹا جاسکا ہے' ہندوستانی انتخابی اصلاحات کے بارے میں پس منظر مقالے میں دستیاب ہے۔ کسی بھی جمہوریت میں اصلاحاتی کوششوں کے بارے میں کھلے عام تبادلہ خیالات اور بحث مباحثہ کیا جانا چاہئے نیز اس روایت کے مطابق یہ پس منظر مقالہ عوامی حلقے میں بھی دستیاب ہے۔

اس مضمون میں ہندوستانی انتخابی عمل کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس پر اب تک نسبتاً کم تبادلہ خیالات کیا گیا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ 2009 میں لوک سبھا کے انتخابات کے مقابلے میں 2014 کے انتخابات میں امیدواروں کی تعداد میں معمولی سا اضافہ ہوا

ہندوستان میں سولہویں لوک سبھا کے لئے انتخابات حال ہی میں مکمل ہوئے ہیں اور ایک نئی حکومت برسراقتدار آ گئی ہے۔ اس طرح کے انتخابات کا باقاعدہ انعقاد جس میں اکثر برسراقتدار سیاسی جماعت یا جماعتوں کو شکست ہوتی ہے' آزادی کے بعد ہندوستان کی بڑی حصولیابیوں میں سے ایک حصولیابی ہے۔ ان زیادہ تر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات نے ہندوستانی جمہوریت کو اس کے شہریوں میں نیز پوری دنیا میں کافی معتبریت عطا کی ہے جس میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ قدرتی طور سے ان بہت سے دیگر ملکوں کے لئے جو جمہوریت کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں' ہندوستان کا انتخابی کمیشن ((ای سی آئی) اور قانونی ڈھانچہ جس کے اندر یہ کام کرتا ہے' ایک مثال بن گئے ہیں۔

انتخابات کے لوازمات مثالی طور پر بہت زیادہ ہیں نیز تمام سیاسی جماعتیں اور گروپ اس حقیقت سے شدت سے باخبر ہیں۔ اگر چہ وہ ادارہ جاتی ڈھانچہ' جس کے تحت

ہندوستان نے اب تک دستخط کی ضرورت کا زیادہ تجربہ نہیں کیا ہے۔ انتخابی جمع رقم کے برخلاف دستخط کی ضرورت جمہوریت کے زیادہ مطابق ہے کیوں کہ اس سلسلے میں غریب لوگوں سے امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے' اس ضرورت کو مستحکم بنانے کے لئے عوام کی نمائندگی کے قانون میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہوگی۔

مضمون نگار لکھنؤ میں واقع انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ سے وابستہ ہیں۔

ہے(2009 میں 8069 سے 2014 میں 8251) لیکن ہندوستانی میں انتخابی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک عوام کی نمائندگی کے قانون میں تبدیلی نہیں کی جاتی ہے‘ اس وقت تک امیدواروں کی تعداد میں مستقبل میں اضافہ کا رجحان رہے گا۔ یہ بھی پیش گوئی کی جاتی ہے کہ اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی تو مستقبل کے انتخابات میں بہت سے انتخابی حلقوں میں 16 سے زیادہ امیدوار ہوں گے جس کی وجہ سے انتخابی انتظام میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ 16 سے زیادہ امیدواروں کا مطلب انتخابی حکام کی طرف سے مزید ضابطہ جاتی کوششیں کرنا ہے۔ عملی طور پر انتخابی حکام کو ان انتخابی حلقوں کے ہر ایک بوتھ میں ایک سے زیادہ ای وی ایم مشینوں کی بھی ضرورت ہوگی۔

ہندوستان میں انتخابی اعداد وشمار سے ہمارے دعوی کی تائید ہوتی ہے۔ 1980 کی دہائی سے لوک سبھا کے بہت سے انتخابی حلقوں میں امیدواروں کی کل تعداد 50 سے تجاوز کر گئی نیز کچھ معاملات میں یہ تعداد 100 سے بھی زیادہ ہوگئی۔ امیدواروں کی تعداد 1996 میں حیرت انگیز طور سے سب سے زیادہ ہوگئی تھی۔ 1996 میں پارلیمانی انتخابات کے دوران آندھرا پردیش کے نلگنڈہ انتخابی حلقے اور کرناٹک کے بیلگام انتخابی حلقے میں بالترتیب 480 اور 456 امیدوار تھے۔ اسی سال کی دوران تمل ناڈو میں اسمبلی انتخابات میں موداکریچی اسمبلی انتخابی حلقے میں 1033 امیدوار تھے۔ ان میں سے ہر ایک معاملے میں‘ ای سی آئی کو رائے دہندگی کے لئے کاغذ کی بجائے‘ کتابچے دستیاب کرانے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ اگرچہ بعد میں مختصر مدت میں پالیسی مداخلتیں کی گئی تھیں لیکن 2009 میں لوک سبھا کے انتخابات میں 70 فی صد سے زیادہ انتخابی حلقوں میں 10 سے زیادہ امیدوار تھے۔ ان امیدواروں کی زبردست اکثریت یا تو آزادانہ امیدواروں کی تھی یا صرف مقامی وجود رکھنے والی چھوٹی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کی تھی۔

سیاسی سائنس دانوں میں اس بارے میں بحث مباحثہ چل رہا ہے کہ آیا ان انتخابی ضابطوں سے جن سے امیدواروں کا داخلہ رک جاتا ہے‘ یہ مقصد پورا ہوتا ہے۔ روک اور حد کی تائید میں دلیلیں عام طور سے انتخابات کے قابل انتظام ہونے پر مبنی ہوتی ہیں۔ وہ غیر محدود داخلے سے وابستہ لین دین کے زیادہ اخراجات کو اجاگر کرتے ہیں اور اس بات پر حجت کرتے ہیں کہ اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی تو اس سے خود انتخابی عمل کا تقدس ہی کم ہوسکتا ہے لیکن بہت سے سیاسی سائنس داں اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔ وہ اس بات کی دلالت کرتے ہیں کہ حاشیائی امیدواروں کے اثر کا اندازہ صرف ان کی انتخابی کامیابی سے نہیں لگایا جانا چاہئے۔ ان امور سے جو وہ اٹھاتے ہیں جن کے سلسلے میں وہ جھگڑتے ہیں‘ اکثر انتخابی بحث مباحثے کی نوعیت بدل جاتی ہے اور عہدے دار اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اس نظریے کے مطابق انتخابی داخلے پر مصنوعی پابندیوں سے اختلاف رائے رکھنے والے لوگوں کی آواز دب جاتی ہے اور نتیجتاً آراء کی گونا گونی جو کہ ایک جمہوریت میں بہت ضروری ہے‘ قابل انتظام ہونے کی قیمت پر متاثر ہوتی ہے۔ کچھ سیاسی سائنس داں اس بات کی بھی دلالت کرتے ہیں کہ انتخابی شرکت پر مصنوعی طور سے پابندی لگانے یا اس کو محدود کرنے کی کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوئی ہیں نیز طویل مدت میں عام طور سے غیر بار آور رہی ہیں۔

بدقسمتی سے دنیا بھر میں ضابطہ جاتی ایجنسیوں کا بعض اوقات میلان ایک ایسے مناسب نظریاتی ڈھانچے کے بغیر پالیسی فیصلے کرنے کی طرف رہتا ہے جس میں اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ امیدواروں کی ایک بہت زیادہ تعداد اچانک سامنے آئی ہے یا سامنے آسکتی ہے۔ اس کا ایک بلا ارادہ اکثر نام نہاد ’غیر سنجیدہ‘ امیدواروں کے داخلوں پر پابندی جیسے انتہائی فیصلوں کی تائید میں ایک حرف صحیح ہے۔

اس طرح کے ’غیر سنجیدہ‘ امیدواروں کی بہت زیادہ کثرت کے پیش نظر یہ بات فطری ہے کہ ان کی شراکت کے پیچھے کارفرما مقصد کا جائزہ لیا جائے۔ اگرچہ انتخابی شرکت عہدیدار اور سیاست دانوں کے خلاف احتجاج کی ایک شکل ہے لیکن بیشتر معاملات میں اس مقصد کا اصل سبب ہندوستانی سیاسی جماعتوں کو جوڑ توڑ کرنے والی اور تحکمانہ نوعیت پر مضمر ہوسکتا ہے۔ ساز باز یا جوڑ توڑ کرنے والی نوعیت کا اظہار بڑے حریفوں کے ووٹوں کو تقسیم کرنے کے لئے کلون امیدواروں (فرضی) کو انتخابی میدان میں اتارنے سے ہوتا ہے۔ جب ایک یا زیادہ سیاسی جماعتیں ایک ساتھ اس طرح کی بدخو چالیں چلتی ہیں تو ایک انتخابی حلقے میں امیدواروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح سے ایک سیاسی جماعت کے اندر امیدواروں کے انتخابات کے ’تحکمانہ‘ عمل سے کافی باغی امیدوار سامنے آسکتے ہیں جس کی وجہ سے امیدواروں کی کل تعداد میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

کلوننگ کی ایک دلچسپ مثالی ایک ایسے امیدوار کو انتخابی میدان میں اتارنا ہے جس کا نام اور حریف کا نام ایک ہی ہو یا اس کا نام اس کے حریف کے نام سے بہت ہی ملتا جلتا ہو۔ یہ بات قابل غور ہے کہ غلط کھیل کے بارے میں شبہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ ’ثابت‘ کرنا بہت مشکل ہے کہ ایک جیسے نام والے امیدوار کلون ہیں۔ درحقیقت ان میں سے کچھ امیدوار آزاد امیدوار ہوسکتے ہیں لیکن انتخابی حکام اتفاقی اور تفصیلی ثبوتوں کی بنیاد پر نتائج اخذ کرسکتے ہیں۔ اول یہ کہ حریفوں کی طرف سے انتقامی اور جوابی چالوں کے ڈر کی وجہ سے ایک کلون امیدوار کے ذریعہ آخری لمحے میں پرچہ نامزدگی داخل کرنے کا امکان ہے۔ دوسرا یہ کہ بڑے امیدواروں میں سے ایک امیدوار کے طور پر ایک سے نام والے ایک کلون امیدوار کے ذریعہ انتخابی مہم میں کوئی وقت خرچ کئے جانے کا امکان نہیں ہے کیوں کہ مہم کی وجہ سے رائے دہندگان کے اس طرح کے امیدواروں کی موجودگی کے بارے میں باخبر ہوجائیں گے۔ اس کے برخلاف ایک سے نام والے ایک آزاد امیدوار کے ذریعے انتخابی مہم میں کچھ وقت صرف کرنے کا امکان ہے کیوں کہ بصورت دیگر وہ اس

انتخاب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا رگی۔ بہرحال ایک سے نام والے آزاد امیدواروں کی موجودگی سے بڑی سیاسی جماعتوں میں بھرپور پیمانے پر ایک 'کلون' لڑائی چھڑ سکتی ہے۔

خواہ وہ آزاد امیدوار ہو یا ایک 'کلون' قانونی طور سے ان امیدواروں کو انتخابات میں شرکت کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ قابل بحث طور سے اس معاملے میں بہترین پالیسی اطلاعات کی تشہیر ہے۔ مثالی طور سے انتخابی حکام کو ہر ایک بوتھ میں ان معلومات کی تشہیر کرنی چاہئے کہ ایک سے نام یا ایک جیسے نام والے امیدوار میدان میں ہیں۔ چوں کہ اس ناگوار طریقے کا مقصد ابتدائی طور سے خواندہ رائے دہندگان کو آگاہ کرنا ہے' اس لئے بوتھوں میں تحریری نوٹس اور بینر کافی رہیں گے۔

امیدواروں کی بڑی تعداد اور نتیجتاً بدعنوانیوں کا مسئلہ ہندوستان میں کافی عرصے سے ہندوستان انتخابی حکام کے لئے پریشان کن بنا ہوا ہے۔ ای سی آئی نے بار بار اس امکان کا اعلان کیا ہے کہ بڑی سیاسی جماعتوں نے خود اپنے فائدے کے لئے خفیہ طور سے حاشیائی امیدوار انتخابی میدان میں اتارے ہیں۔ ہندوستان کے لاکمیشن (ایل سی آئی) اور آئین کے کام کاج کا جائزہ لینے کے لئے قومی کمیشن (این سی آر ڈبلیو سی) نے اس مسئلہ کا ایک سا ہی حل پیش کیا تھا۔ حال ہی میں ان معاملات میں جہاں ثبوت پایا گیا تھا' ای سی آئی نے بھی 'فرضی' امیدواروں کے خلاف کارروائی کرنی شروع کی تھی۔ جہاں تک پالیسیوں کا تعلق ہے' ایل سی آئی نے سفارش کی تھی کہ آزاد امیدواروں کو لوک سبھا کے انتخابات میں حصہ لینے سے باز رکھا جانا چاہئے۔ این سی آر ڈبلیو سی اور ای سی آئی کی تجاویز بھی ایسی ہی تھیں' گو قدرے کم سخت تھیں۔

عمل میں دنیا بھر میں جمہوریتیں پرچہ نامزدگی داخل کرنے کے مرحلے پر امیدوار پر دو قسم کی غیر براہ راست پابندیوں پر زیادہ تر انحصار کرتی ہیں یعنی (i) انتخابی رقم جمع کرنا (مختصر جمع رقم) جو اس صورت میں واپس نہیں کی جاتی ہے' اگر امیدوار مطلوبہ کم سے کم ووٹ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے' (ii) انتخابی حلقے میں رائے دہندگان کی کم سے کم تعداد کی حمایت کے دستاویزی ثبوت کا اہتمام کرنا مختصراً 'دستخط کی ضرورت')۔

بہت سی دیگر جمہوریتوں کی طرح ہندوستان نے بھی یہ پابندیاں عائد کی ہیں۔ لوک سبھا کے انتخابات میں

عام امیدواروں کے لئے جمع کی جانے والی انتخابی رقم 1951 میں 500 روپے تھی۔ 1996 کے پارلیمانی انتخابات میں امیدواروں کی بڑی تعداد کے بعد یہ رقم بڑھا کر 10,000 روپے کردی گئی تھی۔ ماہرین کے گروپوں کی سفارشات پر یہ رقم مزید بڑھا کر 2009 میں 25000 روپے کردی گئی تھی۔

یہاں اس بات پر غور کیا جاسکتا ہے کہ افراط زر سے انتخابی جمع رقم کی حقیقی قدر گھٹتی ہے نیز آمدنی میں اضافے سے آگے چل کر اس کے لئے قابل استطاعت ہونے میں اضافہ ہوتا ہے' لہٰذا 1980 کی دہائی کے آخر اور 1990 کی دہائی کے شروع میں امیدواروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ کے پیچھے کی وجہ محض سیاسی غیر یقینی صورت حال نہیں تھی بلکہ یہ وجہ بھی تھی کہ اس مدت کے دوران امکانی امیدواروں کی شرکت کا مالی خرچ کم تھا۔ انتخابی اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ جمع کی جانے والی رقم میں 1996 کے بعد کے اضافے سے ہندوستان میں امیدواروں کے داخلے پر ایک نمایاں مختصر مدتی اثر پڑا تھا۔ اس بات کا امکان ہے کہ 2009 میں اضافہ کا بھی ایسا ہی اثر پڑا ہوگا۔ لیکن موثر بنانے کے لئے جمع کی جانے والی رقم میں جلدی جلدی مسلسل تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ ای سی آئی اس حقیقت سے بخوبی واقف نیز اس نے تجویز کیا ہے کہ اسے ہر ایک انتخابات سے پہلے جمع کی جانے والی رقم مقرر کرنے کا اختیار دیا جائے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جمع کی جانے والی رقم کی موجودہ سطح بین اقوامی سطح کے مقابلے میں انتہائی زیادہ ہے۔ جمع کی جانے والی مطلوبہ رقم ہندوستان میں موجودہ قیمتوں کے لحاظ سے سالانہ فی کس آمدنی کا تقریباً ایک تہائی حصہ ہے جب کہ برطانیہ' کناڈا اور آسٹریلیا جیسے ملکوں میں یہ مثالی طور سے اس کے دو فی صد سے بھی کم ہے۔ زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ مسلسل بنیاد پر موثر سد راہ کے لئے ہندوستان کو جمع کی جانے والی رقم کو اس اعلی سطح پر برقرار رکھنا پڑ سکتا ہے نیز اس سے صحیح طور سے کم مراعات یافتہ گروپوں (مثلاً ایک علاقے میں قبائلی آبادی) کی سیاسی شرکت کے سلسلے میں امتیاز ہوسکتا ہے۔

بدقسمتی سے ہندوستان میں دستخط کی ضرورت کے پالیسی آلہ کار کا استعمال جمع کی جانے والی رقم جیسے پیمانے پر نہیں کیا گیا ہے۔ فرضی امیدواروں کے لئے صرف دس دستخطوں کی موجودہ ضرورت ایک امیدوار خود اپنے کنبے اور دوستوں کے قریبی حلقے سے آسانی سے پوری کرسکتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دستخط کی ضرورت جب اسے لوک سبھا کے ایک مخصوص انتخابی حلقے میں رائے

دہندگان کی کل تعداد کے ایک حصے کے طور پر سمجھا جاتا ہے' بین اقوامی سطح کے مقابلے میں ہندوستان میں کم ہے۔ کم سے کم دستخط کی ضرورت میں مزید اضافہ سے مثلاً اس سطح تک جو آسٹریلیا میں ہے' جہاں جہاں تمام غیر عہدہ داروں کو کم سے کم پچاس دستخطوں کی ضرورت ہوتی ہے' انتخابات منعقد کرنے کے اخراجات میں واقعی طور پر اضافہ نہیں ہوگا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ امریکہ کے تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ دستخط کی ضرورت کا ایک مقامی نظریہ بھی امیدواروں کے داخلے کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں ایک موثر ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک انتخابی حلقے میں امیدواروں کی تعداد ایک مخصوص حد (مثلاً 30) سے تجاوز کرتی ہے تو انتخابی قانون کے ذریعے ای سی آئی کو اس قابل بنایا جانا چاہیئے کہ وہ تمام فرضی امیدواروں (یعنی تسلیم شدہ قومی اور ریاستی جماعتوں کے امیدواروں کے علاوہ تمام امیدوار) کے لئے پہلے سے مخصوص کردہ حد تک کم سے کم دستخط کی ضرورت بدل دے (مثلاً 100)۔ چوں کہ دستخط کرانے اور ان کی تصدیق کرنے میں وقت لگے گا' اس لئے ان انتخابی حلقوں میں فرضی امیدواروں کو کچھ مزید وقت دیا جاسکتا ہے (مثلاً 7 دن) تاکہ حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہنے کا مظاہرہ ہوسکے' جس کی وجہ سے ان کی نامزدگی منسوخ ہوجائے گی۔ واضح طور سے انتخابی عمل کے وقت کی حد کو بھی اسی کے مطابق ہم' آہنگ بنائے جانے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان نے اب تک دستخط کی ضرورت کا زیادہ تجربہ نہیں کیا ہے۔ انتخابی جمع رقم کے برخلاف دستخط کی ضرورت جمہوریت کے زیادہ مطابق ہے کیوں کہ اس سلسلے میں غریب لوگوں سے امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے' اس ضرورت کو مستحکم بنانے کے لئے عوام کی نمائندگی کے قانون میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہوگی۔

اہم سوال یہ ہے کہ آیا یہ تبدیلی قطعی طور سے ہوگی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندوستانی سیاسی جماعتیں تک بھی بعض اوقات اس بات کو سمجھتی ہیں کہ ان کی بدخوانہ چالبازیوں سے نہ صرف ان کے حریفوں کو بلکہ خود انہیں بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔ ماضی میں وہ بے کم وکاست سخت غداری مخالف قوانین وضع کرنے کے لئے یکجا ہوئی تھیں کیوں کہ ایسا کرنا خود ان کے مفاد میں تھا۔ ہم صرف یہ امید کرسکتے ہیں کہ وہ ایک بار پھر سمجھ داری کا مظاہرہ کریں گی۔

☆☆☆

ضروری گزارش

''**یوجنا**'' (اُردو) اپنی نوعیت کا واحد جریدہ ہے جس میں نئی نسل کے لیے ترقیات' معاشیات' سائنس وتکنالوجی' تعلیم وثقافت' صحت اور دیگر جدید موضوعات پر معلوماتی مضامین فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہ رسالہ بہ طور خاص اُردو میڈیم سے مقابلہ کے امتحانات میں بیٹھنے والے طلبا کے لیے ناگزیر ہے۔ چناں چہ کئی مرکزی وریاستی یونیورسٹیوں کے طلبا اور ریسرچ اسکالرز میں بہ طور خاص مقبول ومطلوب ہے۔ **مذکورہ پس منظر میں اگر آپ خود بھی خریدار بنیں اور اپنے حلقۂ احباب نیز اساتذہ/ طلبا کو یوجنا(اردو) کی چند کاپیوں کی خریداری کے لئے آمادہ کرسکیں تو اردو کے فروغ کے تئیں یہ آپ کی اہم خدمت ہوگی۔**

چندے کی شرحیں: ایک شمارے کی قیمت: 10 روپے ایک سال کے لیے: 100 روپے
دوسال کے لیے: 180 روپے تین سال کے لیے: 250 روپے

خاص نمبر بیس روپے

چندہ انڈین پوسٹل آرڈر یا ڈیمانڈ ڈرافٹ کی شکل میں جو کہ اے ڈی جی (انچارج) پبلی کیشنز ڈویژن (انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ منسٹری) کے نام سے ہو' مندرجہ ذیل پتے پر بھیجا جانا چاہیئے۔

BM (Journals)Publications Division
East Block-IV, Level VIINew Delhi-110066
Tel.011-26105590
Fax.011-26193012, 26175516

ایجنٹ حضرات سے آرڈر مطلوب ہیں۔

سبھدرامینن

ہندوستان میں اعضا کا عطیہ

ایثار اور عمل کے درمیان دشوار راستہ

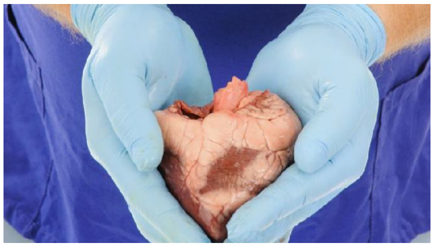

جس دنیا میں ہم رہتے ہیں، وہ ایک نامکمل دنیا ہے۔ روزانہ ہی ایسے لوگ سامنے آتے ہیں، جن کی زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں بشرطیکہ انہیں اپنے خراب عضو کی جگہ ایک صحت مند عضو مل جائے۔ مختلف بیماریوں یا حادثات کی وجہ سے لوگوں کے گردے، جگر یا دل خراب ہوجاتا ہے یا ان کا کوئی عضو معذور ہوجاتا ہے۔ گردے یا جگر کی آخری مرحلے والی بیماریوں کے لئے علاج کے موثر طریقوں میں سے ایک طریقہ عضو کی منتقلی ہے۔ چناں چہ اس سلسلے میں دیگر چیزوں کے علاوہ صحت مند دل، پھیپھڑوں، آنکھوں، لبلبے اور آنتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بیماریوں کے بڑھتے ہوئے بوجھ کی وجہ سے ان لوگوں کے صحت مند اعضا کی زیادہ سے زیادہ ضرورت سامنے آئی ہے جو مرنے کے بعد ان لوگوں کو ایک نئی زندگی دینا چاہتے ہیں جو زندگی بچانے والے ایک طریقے کے طور پر عضو کی منتقلی کا مایوسی کے ساتھ انتظار کررہے ہیں۔ یقین دلانے والی کسی پالیسی یا پروگرام پر مبنی کسی اصلاح کے لئے سب سے بڑی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ قابل بھروسہ اور مکمل اعداد وشمار کی کمی ہے۔

ہندوستان میں کبھی کبھی اعداد وشمار مرتب کئے جاتے ہیں جن کا استعمال کثیر متعلقین کے ذریعے گوناگوں مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جائزے میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں ہر دس بالغوں میں سے ایک بالغ کو گردے کی دائمی بیماری لاحق ہے، جس کے لئے یا تو ڈائیلاسس یا ایک صحت مند گردے کی ضرورت ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد ایک وقت میں کم سے کم پانچ لاکھ تک ہوجاتی ہے۔ ان میں سے صرف 6000 لوگوں کو ہی گردے کا عطیہ مل پاتا ہے اور تقریباً 30000 لوگوں کے لئے ڈائیلاسز قابل استطاعت ہے۔ 4.5 لاکھ مریض ایسے بچ جاتے ہیں، جنہیں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اعضا کی منتقل کے بخوبی منظّم اور شفاف پروگراموں سے ہندوستان آبادی کے ایک بڑے حصے کے لئے زندگی اور موت کے درمیان فرق پیدا کیا جاسکتا ہے۔ عطیہ دہندگان سے انسان خلیوں اور اعضا کی منتقلی اتنی ہی اہم ہے، جتنی کہ ان خلیوں کی منتقلی، جو لیوکومیا یا خون کے کینسر میں مبتلا ایک مریض کے لئے ایک قطعی بیش قیمت تحفہ ہوسکتے ہیں' لہٰذا یہ بات مسلم ہے کہ اعضا کے عطیہ اور ان کی منتقلی سے لاکھوں زندگی بچ سکتی ہیں نیز بہت سے لوگ ایسی حالت میں مرتے ہیں جن کے بیشتر اعضا بالکل درست حالت میں ہوتے ہیں لیکن دنیا بھر کے مقابلے میں ہندوستان میں اعضا کا عطیہ دینے کی سب سے کم شرح ہے۔ حقیقی شرح مختلف بتائی جاتی ہے جس کی وجہ سے بھی وہ طریقہ ہے جس کے ہم صحت کے بارے میں اپنی اطلاعات اور اعداد وشمار کا انتظام کیا کرتے ہیں۔ کچھ اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان میں اعضا کا عطیہ دینے کی بہت ہی کم سطح ہے جو کہ محض 0.16 فی ملین آبادی ہے۔ اس سے فی ملین ایک عطیہ دہندہ سے بھی کم آتا ہے جو کہ اعضا کا عطیہ دینے کی ایک بے پایاں طور سے کم شرح ہے۔ یہ شرح برطانیہ میں 27' امریکہ میں 20 تا 25 اور اسپین میں 35 ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں ہر سال کم سے کم 25000 عطیہ دہندگان کی ضرورت ہے لیکن یہ تعداد محض سینکڑوں میں ہے۔ ہر سال کم سے کم ایک لاکھ سڑک حادثات ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکنہ طور سے بڑی تعداد میں عطیہ دہندگان کی ضرورت ہے کیوں کہ سڑک حادثات کی وجہ سے اکثر دماغ کام کرنا بند کردیتا ہے۔ اگر صرف عضو کی منتقلی آسانی سے ہوجائے تو ہندوستان میں ہر سال کم سے کم پانچ لاکھ زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں لیکن ایسے لوگ مر رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے بدلنے کی ضرورت ہے نیز اس سلسلے میں مختلف سطحوں پر متعدد کوششیں کی جارہی ہیں۔

موثر منظّم ردعمل کی ضرورت

اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک عضو کا عطیہ دینے کا فیصلہ اور اس کی نتیجتاً منتقلی نہ صرف ایک پیچیدہ طبی قانونی طریقہ ہے بلکہ اس کا بہت زیادہ انحصار جذبۂ ایثار پر بھی ہے جو کہ انسانی فطرت کی ایک اتنی ہی ہوشیار خصلت ہے جو منطق یا توضیح کا کم کھلم کھلا مقابلہ کرتی ہے۔ نعش پر مبنی

مضمون نگار پبلک ہیلتھ فاؤنڈیشن آف انڈیا میں ہیلتھ کمیونی کیشن کی پروفیسر ہیں۔

منتقلی کے پیش نظر، رحم دلی کا یہ عمل فی الواقع اس متوفی شخص کے قریبی رشتے داروں کے ذریعے کیا جانا چاہئے جو صحت مند اعضا والا جسم اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ اس کا مطلب اس کی موت کے فوراً بعد اس کی خواہش یا تحریری عہدہ کا احترام کرنا بھی ہے۔ زندہ لوگوں پر مشتمل منتقلیوں کے پیش نظر رحم دلی اس کام میں ایک سہارا لگانا ہے جو عطیہ دہندہ کے ذریعہ ایک خاصا مشکل طبی فیصلہ ہوسکتا ہے۔

تاریخی طور سے ایک بیش قیمت زندگی بچانے یا انتہائی غریبی کے خلاف جد و جہد کے لئے مایوسانہ اقدامات کے نتیجے میں اعضا کی غیر قانونی تجارت میں کافی اضافہ ہوا ہے جس میں طبی طریقوں اور جراحت سے متعلق ان اخراجات اور انتظار کرنے کی مدت، جو عضو کی ایک کامیاب منتقلی کے سلسلے میں درکار ہوتے ہیں نیز قانونی کاغذات اور رہنما خطوط کے ان بندشی پہلوؤں کی وجہ سے مزید اضافہ ہوا ہے جن کا فی الواقع مقصد عضو کے عطیہ کے صحیح معاملات کے لئے سہولت بہم پہنچانا ہے۔ ایک طرف عوام کے رحم دلی کے اقدامات اور دوسری طرف ایک موثر اور بخوبی منظّم نظام کی صلاحیت پر انحصار کرتے ہوئے اعضا کا عطیہ دینے اور ان کی منتقلی' اسے چلانے کا پورا انتظام خواہ وہ نعش پر مبنی ہو یا زندہ آدمی پر، اسے چلانے اور انجام دینے کے سلسلے میں ایک پیچ دار نظام ہے۔ اس پس منظر کے خلاف یہ بات ظاہر ہے کہ متعلقہ ساجھے داروں اور ان لوگوں نے جو ٹھوس اور مثبت فیصلے کرسکتے ہیں، اکثر شتر مرغانہ نظریہ اپنانا ہے نیز نتیجتاً عضو کی دیرینہ ناکامی اور علاجی اقدام کو جس کی اسے ضرورت ہے، ناکامی توجہ ملی ہے۔

آخری مرحلے کیا یک بیماری کے علاج یا ایک حادثے کے بعد جس کی وجہ سے ایک مخصوص عضو ناقابل علاج ہوجاتا ہے' زندگی بچانے کے لئے انسانی ضرورت کے تئیں اس دنیا میں داخل ہونے والے شخص کو مندرجہ ذیل بہت سی رکاوٹوں میں سے اگر سب نہیں تو کم سے کم ایک رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

☆ ایک عضو کے لئے کلینکی ضرورت اکثر و بیشتر ایک مایوس کن انسانی ضرورت ہے جو کہ زندگی اور موت کی ایک صورت حال ہے جہاں وقت لب لاب ہے۔

☆ عضو کی منتقلی بیشتر لوگوں کے لئے یا تو مکمل طور سے ناقابل استطاعت ہے یا ایک زبردست مالی رکاوٹ ہے۔

تاریخی طور سے اعضا کی تجارت کو ایک ایسی غیر قانونی چوری چھپے سرگرمی کے طور پر فروغ حاصل ہوا ہے جس سے غریبی کا استحصال کیا جاتا ہے جس کے سبب کسی بھی قانون کا نفاذ ماضی کا ایک ایسا اقدام بن جاتا ہے جسے زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

☆ ایک عطیہ دہندہ پانچ زندگیاں بچا سکتا ہے لیکن قابل اعتبار شہرت کے حامل سرکاری نجی کلینکی اداروں کے ساتھ وابستہ اعضا کے عطیہ کے بہت ہی کم منظّم رجسٹرڈ ادارے اور نظام ہیں جن سے اعضا کی حصولی میں سہولت ملتی ہو۔

☆ رسمی نظاموں کی کمی کی وجہ سے بھی عطیے اور منتقلی کے آسان انتظام میں رکاوٹیں پیدا ہونے کے علاوہ منتقلی کی ضرورت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

☆ معلومات کی کمی کی وجہ سے خاص طور سے دماغ کے کام نہ کرنے کی قطعیت کو قبول کرنے اور اس کو تسلیم کرنے کے معاملے میں لوگوں میں مفاہمت کی کمی پیدا ہوتی ہے۔ چوں کہ دل دھڑکتا رہتا ہے' اس لئے دماغ کے کام نہ کرنے کو تسلیم کرنا لوگوں کے لئے مشکل ہوتا ہے جب کہ ایک قانون بھی موجود ہے جو اس کو تسلیم کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام وجوہات کے پیش نظر اعضا کا عطیہ اور منتقلی کے لئے حصولی صحت عامہ کا ایک انتہائی نظر انداز کردہ شعبہ ہے جس پر توجہ تو مرکوز کی جاتی ہے لیکن نجی نقصان یا مایوسی اور موت کی کہانیوں کی وجہ سے۔ ان مسائل کو حل کرنے اور سہولت بہم پہنچانے والے نظام قائم کرنے کے سلسلے میں گزشتہ برسوں میں کوششیں کی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے اگرچہ اعضا کا عطیہ ایک تحفے یا ایک سرفرازی کی مانند ہے' اس کے لئے یقینی طور سے قواعد اور رہنما خطوط کی ضرورت ہے تا کہ جدید علاج کے اس اہم پہلو کو باضابطہ بنایا جائے۔ ان رہنما خطوط کی تنقید کرنا آسان ہے کیوں کہ انسانوں کے ذریعے ایثار آمیز اقدامات نہیں کئے جاتے ہیں۔ ایسے اقدامات ہوتے بھی ہیں کیوں کہ کچھ لوگ کسی کو ایک تحفہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں لیکن حقیقت دستیابی سے کہیں زیادہ شدید مانگ اور ختم نہ ہونے والی منتظرہ فہرستوں کی ہے۔

قانونی ڈھانچے اور رہنما خطوط

بیس سال پہلے 1994 میں ہندوستانی پارلیمنٹ نے انسانی اعضا کی منتقلی سے متعلق قانون (ٹی ایچ اواے) منظور کیا تھا تا کہ ہندوستان میں علاجی مقاصد کے لئے انسانی اعضا نکالنے' ان کا ذخیرہ کرنے اور ان کی منتقلی کو ضابطہ بند کیا جائے۔ فروری 1995 میں یہ قانون گوا' ہماچل پردیش اور مہاراشٹر نیز مرکز کے زیر انتظام تمام علاقوں میں نافذ کیا گیا تھا جس کے بعد جموں و کشمیر اور آندھرا پردیش کو چھوڑ کر جہاں اعضا کے عطیے اور منتقلی کو ضابطہ بند کرنے کے سلسلے میں ان کے خود اپنے قوانین ہیں' یہ قانون تمام ریاستوں کے ذریعے اختیار کیا گیا تھا۔ صریحی طور سے بنیادی مقصد تجارت کاری کے رجحان کی روک تھام کرنا تھا جو انسانی اعضا کے معاملے میں کافی مسلم ہوتی جارہی تھی۔ اس قانون میں انسانی اعضا نکالنے' انہیں محفوظ رکھنے' انہیں نکالنے' ان کا ذخیرہ کرنے اور ان کی منتقلی کرنے والے اسپتالوں کی ضابطہ بندی' مناسب اتھارٹی کے کام کاج' اسپتالوں کے رجسٹریشن اور مذکورہ بالا امور سے متعلق جرائم کے لئے سزارجرمانوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تب سے کچھ ترامیم کی جاچکی ہیں اور حکومت ہند نے ٹی ایچ او ترمیمی قانون 2011 مشتہر کیا ہے جس میں زیادہ جامع طور سے دل' جگر' گردوں اور لبلبے جیسے اعضا کے علاوہ خلیجوں اور ٹسیجوں مثلاً ہڈیوں' جلد' دل کے والو اور قرینہ کی منتقلی کے لئے معیارات شامل ہیں۔ 2013 میں حکومت نے وزارت صحت اور خاندانی بہبود کے توسط سے انسانی اعضا اور خلیوں کی منتقلی سے متعلق قواعد وضوابط 2013 کے نام سے نظر ثانی شدہ قواعد و ضوابط جاری کئے تا کہ مریضوں کی ضروریات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس سے پہلے کے رہنما خطوط کو بہتر بنایا جائے۔ یہ کئی سال تک کثیر ساجھے داروں نیز متعلق لوگوں

اورداروں کے ذریعے وکالت کئے جانے کا نتیجہ تھا کیوں کہ اپنی اس سے پہلے کی شکل میں اس قانون کی وجہ سے صحیح معاملات کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوگئی تھیں۔عطیے اور منتقلی کا عمل بے حد سست ہوگیا تھا جب کہ اعضا کی غیر قانی تجارت روکنے کے لئے بہت کم کام کیا گیا تھا۔

بہر حال قانونی ڈھانچہ موجود ہے۔ اس میں منظّم عمل' انتظامی اداروں اور موزوں حکام کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے جو اعضا کے قانونی عطیے کے لئے امدادی ڈھانچہ بنتے ہیں لیکن جیسا کہ اکثر ہندوستانی سماجی اور انسانی ترقی کی تاریخ میں ہوا ہے' سماجی قانون پر عمل کرنا اگر تقریباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔اسی وجہ سے ٹی ایچ او اے کے معاملے میں یہ غیر قانونی تجارت کو ختم کرنے کے لئے اتنا موثر نہیں رہا ہے جتنا کہ یہ صحیح معاملات میں ایک پریشان کن رکاوٹ رہا ہے۔اعضا کے عطیے کے ساتھ سب سے زیادہ حساس شعبوں میں سے ایک شعبہ جس پر اس قانون کے ذریعہ توجہ دی گئی ہے' دماغ کے کام نہ کرنے کا بہت قدیم شعبہ تھا۔اعضا کی آسان منتقلی کو یقینی بنانے کے اہم چیلنجوں میں سے ایک چیلنج دل دھڑکنے کے باوجود دماغ کے کام کرنے والے ایک امکانی عطیہ دہندہ کا اقرار نامہ ہے۔ یہ اقرارنامہ صرف اعضا کی منتقلی کے لئے سرکاری طور سے منظور شدہ اسپتالوں کے ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اکثر وبیشتر ان لوگوں کا دل 48 گھنٹے تک دھڑکتا رہتا ہے جن کے دماغ کے کام نہ کرنے کا اعلان کردیا گیا ہو۔ یہ اعضا کے عطیہ کے سلسلے میں ایک اہم مرحلہ ہے۔ بہت مشکل کام ہے کیوں کہ اس کا کنبہ اور عزیز واقارب یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح کے شخص سے کوئی عضو نکالنے کی اجازت دینا تقریباً سہل اور بے ایذا موت کی مانند ہوگا۔

یہ عمل خاص طور سے اس صورت میں کافی تکلیف دہ ہے جب اسے ایک صحت مند عضو کی مایوس کن ضرورت والے بیمار شخص کے کنبے یا عزیز واقارب کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔لیکن فوری ضرورت اس عمل کے لئے مجبور کردیتی ہے اور پیچیدگی کو خاطر میں نہیں لاتی ہے۔ پہلے ایک منظور شدہ اتھارٹی سے دماغ کے کام نہ کرنے کے بارے میں رسمی تشخیص پھر متوفی کے کنبے سے رسمی اور مکمل منظوری اور آخر میں کاغذی کام اور دستاویز بندی جو سرکاری طور سے منظور شدہ اسپتال میں ریاست میں موزوں اتھارٹی سے مکمل کی جانی چاہئے۔ایک شخص کے دماغ کے کام نہ کرنے کا اعلان کرنے کے لئے اس قانون میں ان امور کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے جنہیں انجام دینے کی ضرورت ہے۔چار ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کو (جن میں سے ایک ماہر اعصاب ہو) دماغ کے کام نہ کرنے کی تصدیق کرنی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے کی گئیں تمام جانچ چھ گھنٹے کے بعد دوبارہ کی جانی چاہئے۔ وقت کا اس طرح گزرنا اعضا کی سہل اور کامیاب منتقلی کے لئے ایک رکاوٹ ثابت ہوسکتا ہے۔

اچھے طریقے کے لئے بیداری اور تائید نیز ضرورت

آج متعدد ماہرین جہاں تک ممکن ہے' قانون کو مشکل اور پیچیدہ بنانے کی بجائے زیادہ سازگار بنانے کی تائید کررہے ہیں' حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ اسے اعضا کی بڑھتی ہوئی غیر قانونی تجارت اور غریبوں کے استحصال کی روک تھام کرنے کے سلسلے میں پابندی عائد کرنے والا ہونا چاہئے لیکن اگرچہ ہندوستانی قانون صحیح مفادات کا تحفظ کرنے کی کوشش کررہا ہے' تاہم یہ اس عمل ک کافی سست رفتار بنارہا ہے نیز اعضا کے عطیے اور منتقلی کے معاملے میں یہ ایک بہت سخت چیلنج ہوسکتا ہے کیوں کہ موثر منتقلی اور زندگی بچانے کا ایک مرحلہ بعض اوقات حقیقتاً محدود اور کم ہوسکتا ہے۔ امریکہ کے مقابلے میں جہاں ایک چھوٹی آبادی ہونے کے باوجود کئی ملین لوگ عطیہ کرنے کے عہدنامے پر دستخط کرتے ہیں' ہندوستان کی 1.2 ارب آبادی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی اس طرح کے عطیے کے لئے عہدنامے پر دستخط کرتا ہے۔

کیا آپ کو ماضی قریب میں اعضا کے عطیے کے لئے ایک پرترغیب اور مجبور کرنے والا پیغام یا مہم یاد ہے؟ اطلاعات اور بیداری ہمیشہ سے اہم ہیں۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ اعضا کے عطیہ کی ضرورت کے بارے میں مشکل سے ہی مہموں اور پیغامات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ خون کا عطیہ اور شاید آنکھوں کا عطیہ صرف وہ باتیں ہیں جو تحت الشعور میں کسی جگہ موجود رہتی ہیں جن کی وجہ سے ایک شخص اس بارے میں فیصلہ کرتا ہے۔ کتنے لوگ اپنے اس عزیز کے جسم سے جس کے دماغ نے کام کرنا بند کردیا ہے' صحت منداعضا کا عطیہ کرنے کے اپنے اقدام کے اثر کے بارے میں فی الواقع جانتے ہیں' بقیہ زیادہ نہیں اور جو لوگ جانتے ہیں' وہ انہیں اس بات کو یقینی بنانے کے لئے مشکل سے ہی کوئی مستحکم کرنے والا پیغام ملتا ہے کہ وہ اپنے ایثار آمیز خیالات اور خواہشات یا اپنے عہد پر قائم رہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہڈی کے گودے کا عطیہ دنیا میں تقریباً اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ خون کا عطیہ دینا لیکن فیصلہ کرنے کا حقیقی وقت آتا ہے تو بہت سے امکانی عطیہ دہندگان منہ بند کرجاتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے خلیوں کا عطیہ دینے کی وجہ سے ممکنہ بے آرامی یا اس سے بھی زیادہ شدید اثر کے بارے میں سنتے ہیں۔ جب کہ نعش کے اعضا کے عطیے کی وجہ سے کسی طرح سے بھی عطیہ دہندہ پر کم سے کم کوئی اثر نہیں پڑتا ہے' تاہم زندہ شخص کے خلیوں کا عطیہ ایک پرچیلنج امر ہے۔ چوں کہ خون کا محیطی عطیہ ایک طریقے کے طور پر غیر جراحی ہے' اس لئے لوگوں کو اس سلسلے میں ایک دفعہ سے زیادہ کئی بار اسپتال جانا چاہئے اور خلیوں کا عطیہ دینے سے تھوڑا پہلے ایک متعلقہ دوا کھالینی چاہئے تاکہ عطیہ دہندہ کے خلیوں کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ چناں چہ معلومات ہونا انتہائی اہم عنصر ہے اور جب لوگوں کو اس طریقے کے بارے میں معلومات ہوجائیں گی تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ یہ بات دنیا بھر میں دیکھنے میں آچکی ہے۔ تاہم اطلاعات' معلومات اور بیداری کی بہت زیادہ ضرورت ہے' جس پر توجہ نہیں دی گئی ہے۔

اس مسئلے کو حال ہی میں پروفیسر للنی امبیڈی کی موت پر دنیا بھر میں اجاگر کیا گیا ہے جو امریکہ کی اسٹین فورڈ یونیورسٹی میں نفسیات کے استاد تھے اور خون کے کینسر

کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی تھی۔ ہند نژاد امریکی امبیڈی کے کنبے اور دوستوں نے ایسے خلیوں کی تلاش کرنے کے لئے ایک وسیع مہم چلائی تھی جوان کے جسم کے موزوں ہوں۔ یہ جد وجہد ایک ایسا عطیہ دہندن تلاش کرنے کے لئے کی گئی تھی جس کی ہڈی کا گودا' جس کے خون کے صحت مند خلیوں کے ساتھ' (وہ خلیے جن سے انسانی جسم کے خون کے تمام خلیے بنتے ہیں) ازسرنو پیداواری طریقے کے لئے استعمال کیا جاسکے۔خلیوں کی منتقلی کے ذریعہ شروع کردہ خون کے نئے اور صحت مندخلیوں کی ازسرنو پیداوار بیماریوں کی بڑھتی ہوئی فہرست کے پیش نظر انسانی علاج کی ترقی پذیر کہانی میں آگے کا ایک اہم راستہ ہے۔ مذکورہ خاتون کے معاملے میں علاج کا یہ واحد اہم متبادل باقی بچا تھا۔ان کی وفات سے قبل آخری کچھ مہینوں میں تقریباً ایک درجن امکانی جوڑ مل گئے تھے' لیکن ان میں آدھے جوڑ نامکمل تھے اور بقیہ جوڑوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا کیوں کہ عطیہ دہندگان نے عطیہ دینے کا قطعی کام کرنے سے انکار کردیا تھا۔امبیڈی اوران کے کنبے کے لئے یہ دنیا کتنی مایوس کن اور شدت سے افسردہ کن رہی ہے' یہ بات تقریباً ناقابل تصور ہے۔اس وقت اس بارے میں سوچنا اہم ہے کہ آیا انسانی جد وجہد کی ان تمام غیر معمولی کہانیوں سے ہمیں کچھ واضح حل مل سکتے ہیں۔ مسئلہ تلاش کے آغاز اور اختتام کے درمیان اداسی کے گہرے سایوں کا ہے۔اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ عزیز واقارب اور کنبے میں کامیابی کی ایک خوش کن کہانی یا اس صورت میں جب حالات موافق نہ ہوں' ان کی مجبوری اور لاچاری۔ اگر ہم ناوقت موت سے جہاں تک ممکن ہے' زندگیاں نہیں بچاسکتے ہیں تو ہم نظام اور قوانین کیوں بنارہے ہیں اور وسائل صرف کررہے ہیں۔دل کو زور کا جھٹکا دینے والے ان سوالات کے جوابات کی ضرورت ہے۔

آنکھوں کا عطیہ کرنا بظاہر کافی غیر پیچیدہ معاملہ نظر آتا ہے کیوں کہ یہ کام ایک کنبے کے متوفی رکن کی آنکھوں کا عطیہ کرنے کا فیصلہ کرنے والے کنبے کی یا متوفی شخص کی خواہش پوری کرنے پر مشتمل ہوتا ہے لیکن یہ کام بھی فیصلے کرنے کی اسی طرح کی بے بسی کی حالت کی وجہ سے پریشان کن ہے۔حالیہ حوصلہ افزا رجحانات کے باوجود کافی رخنے موجود ہیں۔کام کے اس شعبے میں ایک ماہر نے کئی سال پہلے مجھ سے کہا تھا:''عطیہ دہندہ پر کئے گئے فارم' عہد اور ہر ایک چیز کے ساتھ تیار ہوبھی سکتی ہے۔ لیکن جب اس کی وفات ہوتی ہے تو اس سے لمحے کے درد اور سوز وگداز کی وجہ سے اس کا کنبہ مجبور اور بے بس ہوسکتا ہے۔یہاں تک کہ مکمل طور سے ایک برعکس ردعمل کا اظہار کرسکتا ہے۔ بروقت عمل کرنے' صحت مند قرنیہ نکالنے اور یہ سب کام موت کے پہلے چند گھنٹوں کے اندر ہونے جانے کو یقینی بنانا کیوں کہ اس کے بعد قرنیہ بے کار ہوجاتا ہے' بہت مشکل کام ہوسکتا ہے''۔ قابل اعتماد اور واضح علامت مشکل ہے لیکن ہندوستان میں تقریباً بارہ ملین نابینا لوگ ہیں جن میں سے تقریباً دوملین ایسے لوگ ہیں جو قرنیہ کے نابیناپن سے متاثر ہیں۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جس کا علاج ایک نعش کی آنکھوں کے عطیے سے ایک صحت مند قرنیہ کی منتقلی کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ ان دوملین لوگوں میں سے بھی سب کے لئے اس طرح کی منتقلی کے لئے موزوں معاملات نہیں ہیں لیکن وزارت صحت اور خاندانی بہبود کے تحت نابینا پن پر قابو پانے سے متعلق پروگرام سے دستیاب اعداد وشمار کے 12-2011 میں ملک میں محض 49000 سے کچھ زیادہ آنکھیں جمع کی گئی تھیں۔گردوں' جگر یا دل کے عطیے کی بھی یہی کہانی ہے۔

جب صحت عامہ کے شعبہ میں ضابطہ بندی کا معاملہ آتا ہے' مرکز اور ریاستوں کے درمیان حسب معمول تعلقات اور تناؤ کے ساتھ کچھ ریاستیں اس بات کی مثالوں کے طور پر نمایاں نظر آئیں کہ ان لوگوں کے فائدہ کے لئے جنہیں اعضا کے عطیہ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے' اس سب کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔تمل ناڈو ترقی پسند قانون کا استعمال کرکے' وسیع نظام اور ایک منظم ادارہ قائم کرکے اچھی صحت کے انتظام کے بنیادی اصولوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے 0.8 ملین عطیہ دہندگان فی ملین فی سال کے ساتھ ملک کی رہنمائی کرنے کے لئے گزشتہ برسوں میں صف اول کی قیادت کی ہے۔اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ خواہ زندہ عطیہ دہندہ یا نعش کی منتقلی کا معاملہ ہو' تال میل اور منظم کرنا اہم ہے۔حکومت تمل ناڈو نے ایک ایسا نظام قائم کیا ہے جس کے ذریعہ اعضا کی منتقلی کے منتظر امکانی لوگوں کو ایک منصفانہ طریقے سے اعضا تفویض کئے جاسکیں۔ یہ ریاست کے لئے سب سے موزوں رہنما خطوط واضح کرنے کے لئے ماہرین کے صلاح مشورے' ورکشاپوں اور جامع تحقیق کے بعد کیا گیا تھا۔آج تمل ناڈو نعش سے منتقلی کے معاملے میں سرفہرست ہے۔دریں اثنا کیرالا میں 2012 میں متعدد ترقی پسند احکامات جاری کئے گئے تھے جن میں یہ وضاحت کی گئی تھی کہ ''حکومت بھی اس بات سے کتنی باخبر ہے کہ اعضا کی منتقلی اور خاص طور سے نعش کے اعضا کی منتقلی کی کامیابی کا انحصار عطیہ دہندوں کے موثر بندوبست نیز اعضا کی حصولی کے مراکز اور اعضا کی منتقلی کے مراکز کے ساتھ محتاط تال میل پر ہے''۔ کیرالا نے اعضا کے ساجھے داری کا کیرالا نظام تمل ناڈو کے جیسے خطوط پر نعش سے اعضا کی منتقلی کے لئے ایک ادارہ قائم کیا ہے۔

بہرحال اس ضمن میں کافی کچھ کیا جارہا ہے لیکن ابھی بہت کچھ کیا جانا باقی ہے۔اسے خیال پرست کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔لیکن ایک ایسے ملک کا تصور جہاں بھی شخص محض اس وجہ سے اپنی زندگی نہ گنوائے کہ ایک عضو کی منتقلی بروقت نہیں کی جاسکتی ہے' برقرار رکھنے اور اس کا خواب دیکھنے کے لئے اچھا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ نظام اور ڈھانچے موجود ہیں نیز ایثار کا جذبہ اب بھی لاکھوں دلوں میں موجود ہے' جو کام کیا جانا ہے' وہ یہ ہے کہ اس بات پر نظر رکھی جائے کہ یہ نظام بخوبی کام کرے نیز اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس سے وہ مقصد حاصل ہو جس کے لئے وہ قائم کیا گیا ہے۔اس امکان کو دور رکھنا چاہئے کہ ایک بہتر دن کا خواب دیکھنا بند کردیں۔

☆☆☆

عذرا پروین

کشتی کلینک

آسام کے تیرتے ہوئے دریائی جزائر کے رہنے والوں کی واحد امید

آسام کے دریائی جزائر کے رہنے والوں کی روزمرہ کی زندگی کے لئے کشتیاں خصوصیت کی حامل ہیں جوان کو سرزمین (Mainland) سے جوڑنے کا واحد ذریعہ ہے اور وہی ان کی ضروری سپلائی اور خدمات کا ذریعہ ہیں۔ مثلاً تعلیم اور صحت اور جب ایک مخصوص قسم کی کشتی کچھ ہفتوں کے دوران ان کے پشتہ پر پہنچی ہے تو ان کا جوش فضا میں محسوس ہوتا ہے۔ کوئی چلا کر کہتا ہے کہ ''طبی کشتی (Boat Clinic)۔ اور جب ان الفاظ کی گونج فضا میں پھیلتی ہے تو تیزی سے جمع ہونے لگتے ہیں۔ وہ طبی کشتیاں اپنے ساتھ ڈاکٹر، طبی معاونین، دوائیاں اور یہاں تک کہ لیبارٹری بھی ساتھ لاتی ہیں اور ان کی صحت سے متعلق طبی کشتی جزیرہ کے رہنے والوں کے لئے امید کی کرن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ ''امید کی کشتی'' ہے تو تعجب نہیں ہوگا۔

آسام کے ڈیبارگہ ضلع میں 2005 میں صرف ایک کشتی آشا (Hope) کے ساتھ اس کو شروع کیا گیا تھا۔ یہ قدم جزائر کے رہنے والوں کی بری صحت کے انکشاف کے بعد سنٹر فار نارتھ اسٹڈیز اینڈ پالیسی ریسرچ نے اٹھایا تھا۔ ان جزائر پر طبی سہولیات کا فقدان سرزمین کے ساتھ خراب مواصلاتی نظام اور بالخصوص سیلاب کے دوران بیماریوں کی کثرت جس کی وجہ سے خاص طور پر کمزور طبقہ جیسے عورتیں اور بچے بہت ہوتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ نیک قدم کا خیال آیا کہ جب وہ نہیں آسکتے تو اسپتال تو وہاں جاسکتے ہیں۔

کلینک کی کامیابی نے توجہ دلائی اور بعد میں

نیشنل رورل ہیلتھ مشن اور یونی سیف کی حمایت اس کو ایک پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی طرف لے گئی جس کی مدد سے آسام کے تیرہ اضلاع میں اس پروگرام کو پھیلایا گیا۔

کشتی کلینک کی کامیابی کو لوگوں کے نظریہ میں تبدیلی سے جانچنا چاہئے جنہوں نے اس پورے اقدام کو شک کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اس کی نیت پر یقین آنے سے قبل اس کا اندازہ آسیہ بیگم کے کیس سے ہوا جو گوہاٹی سے 70 کلومیٹر نلبری ضلع کے بلیسور میسوری میں پیش آیا۔

ایک تین بچوں کی 25 سالہ والدہ کا کہنا تھا ''ابتدا میں جب طبی کشتی استعمال کی گئی تو ہم کو اس پر بھروسہ نہیں تھا۔ زیادہ تر اکابرین کا خیال تھا کہ یہ وقتی چیز ہے اور ہمارے بھلے کے لئے کچھ نہیں کرے گی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا ''وہ دواؤں کے ساتھ لوٹی رہیں اور جو ان کے پاس گئے، ان کی مشکلات کا علاج ہوتا رہا جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ ہمارا اعتماد بڑھتا رہا اور اب جب کبھی طبی کشتی آتی ہے تو ہم اس کی طرف ایک لمبی قطار کی شکل میں دوڑتے ہیں۔

آسیہ کی سہیلی شمع نے مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ مرد ڈاکٹروں سے عورتوں کی جانچ کرانے میں کچھ تذبذب تھا۔ لیکن جب ہم نے ڈاکٹروں اور نرسوں کی قربانی اور ان کا چیزوں کے واضح کرنے کا طریقہ دیکھا تو وہ پردہ بھی اٹھ گیا۔ سب چیزوں سے ہٹ کر پابندی کے ساتھ ہماری جانچ ہوتی ہے۔ بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ مفت دوائیں دی جاتی ہیں، جس کے لئے اب ہم کو سرزمین کے اسپتال تک جانے کے لئے ایک طرف کے دس روپے بھی نہیں دینے پڑتے۔ ہم بہت غریب لوگ ہیں اور جب تک ایمرجنسی نہ ہو، ہم زیادہ

تر اسپتال جانے سے احتراز کرتے ہیں۔

بوٹ کلینک عام طور پر جزائر کے گاؤں میں صحت کیمپ لگانے کا کام کرتی ہے۔ کیمپوں کی بات آشا کے ذریعہ پھیلی ۔ اس کے لئے صحت کی جانچ ڈاکٹروں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ لیکن اگر ضرورت محسوس ہوتی ہے تو کسی کو سرزمین کے ماہرین کی طرف منتقل کردیا جاتا ہے۔ اس دوران ان دو چیزوں پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔ ایک زچگی اور دوسرا بچوں کی صحت۔ ان کشتیوں پر سوار اسٹاف کے مطابق عام طور پر اس وقت سفر کیا جاتا ہے جب بچوں کے حفاظتی ٹیکہ کا وقت ہوتا ہے۔

این آر ایچ ایم کے مطابق طبی کشتی 2008 سے اب تک 13316 صحت کے کیمپ لگائے ہیں جنہوں نے 60,085 عورتوں کو ماقبل پیدائش اور 15694 کو مابعد پیدائش جانچ کی سہولیات میسر کرائیں اور ایک لاکھ 23 ہزار تین سو بیالیس بچوں کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے۔ ان کشتی کلینک کا یہ اثر تھا کہ برہم پتر کے سب سے بڑے دریائی جزیرہ مجولی جہاں پر دوسرے جزائر کے مقابلہ نہ صرف ایک کمیونٹی ہیلتھ کیئر اور ایک ہیلتھ سب سینٹر ہے پھر بھی لوگ بڑے اشتیاق سے کلینک کا انتظار کررہے ہیں۔

مجولی کے سامگری گاؤں کے دیپا شری داس کہتے ہیں ''سب سے قریبی صحتی سب سینٹر ہمارے گاؤں سے چار کلومیٹر پر ہے اور درمیان میں ایک دریا ہے اور یہ حقیقتاً ذیلی صحت مرکز 15 گاؤں کو دیکھتا ہے جس میں پندرہ دریا کے اس طرف ہیں''۔

انہوں نے مزید کہا کہ یہ طبی کشتیاں سب سے بہتر اور معقول طریقہ ہیں کیوں کہ یہ گاؤں آسکتی ہیں۔ اس وقت بھی یہ خصوصی طرز پر جب برسات میں آبی سطح بڑھتی ہے۔ سی۔ این ای سی ریتو ریکھا جو جورہٹ ضلع کی طبی کشتی کی نگراں ہیں' کا کہنا ہے کہ ہماری ٹیم بچوں کی پیدائش میں بھی مدد کرتی ہے۔

سپوری میں مواصلات مشکل ہے اور بسا اوقات باوجود ایمرجنسی کے عورت زچگی کے لئے اسپتال نہیں جاسکتی۔ اس طرح کے واقعات میں ہم نے بچوں کی پیدائش میں مدد کی ہے۔ آسام 328 فی 100000 کے تناسب میں زندہ بچوں کی پیدائش ماؤں کی اموات کے بارے میں مقابلہ کررہا ہے۔

کلینک فیملی پلاننگ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

جزائر کے رہنے والوں کے درمیان جن میں جہالت اور توہمات کی زیادتی ہے' ایک ایسا کام جو بہت مشکل تھا' کشتی کلینک کے ایک ڈاکٹر منہاج الدین کا کہنا تھا:

''اس فیملی پلاننگ کے لئے ہم نے آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں سے قدم اٹھایا اور لوگوں کے نظریات تبدیل کرنے کا کام کیا' ان کے درمیان اعتماد بڑھایا اور ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ لڑکیوں کی چھوٹی عمر میں شادی کی حوصلہ شکنی کی اور بچوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ پر تفصیلی بات کی۔

سب سے زیادہ عام بیماریاں جن سے جزیرہ کے رہنے والے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں' وہ پانی کی ہڈی کے امراض اور جلد کی بیماریاں ہیں۔

آسام کے برہم پتر کے 2500 دریائی جزائر کے رہنے والے 30 لاکھ لوگوں کی زندگی نہ صرف یہ کہ مختلف بلکہ بہت مشکل ہے۔ کشتی کلینک کی ٹیم کو بھی اپنی ہدف شدہ کمیونٹی تک پہنچنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سی۔ این ای ایس کی سی ای او دیپانکر داس کے مطابق مشکلات خشک اور برساتی دونوں موسموں میں پڑسکتی ہیں۔ خشک موسم میں آبی سطح چار فٹ گھٹ جاتی ہے جس میں کشتی کی موٹر کو ملنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اس طرح کے ایک واقعہ میں ہماری ٹیم کو دس کلومیٹر تک پیدل چلنا پڑا تھا گاؤں پہنچنے کے لئے ۔ اس طرح بسا اوقات ان طبی کشتیوں کو طوفانوں اور سیلابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ماہرین کے ذریعہ ان کو بچایا جاتا ہے۔

ڈبروگڑھ ضلع کے ایک جزائر میں رہنے والے انجنا داس نے مسکراتے ہوئے کہا: ''پہلے صحت کی دیکھ بھال تک رسائی حاصل کرنے کے لئے حق استعمال کیا جاتا ہے' اب طبی کشتی کے ذریعہ ہم اچھی اور بہتر زندگی کے لئے امید رکھتے ہیں۔

☆☆☆

سبراتا کے مترا

ہندوستان میں انتخابات، انتخابی اصلاحات

اور جمہوریت کا استحکام: آئندہ اقدامات

اگر ہندستان کو کام کرنے والی جمہوریتوں کے عالمی کلب کی مکمل رکنیت کا دعوی کرنا ہے تو امن کے زمانے میں فوج کی سب سے بڑی تعیناتیوں میں سے ایک پر مبنی ہوتے ہوئے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں انتخابات کے کامیاب انعقاد کے خلاف بات کا روبہ رو سامنا کرنا ہوگا۔

مضمون نگار ہیڈل برگ یونیورسٹی کے جنوبی ایشیائی ادارے میں پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر ہیں۔

دنیا بھر میں جمہوریت پسندوں کے لئے ہندوستان میں سولہویں لوک سبھا کے انتخابات کی اہمیت کا جشن منانے کی معقول وجہ ہے۔شرکت کی اس سطح نے جو 66.4 فی صد ہے نیز جو کہ عام رائے دہندگی کی شروعات سے لے کر اب تک کی سب سے زیادہ سطح ہے، ہندوستان کو زیادہ شرکت والے ملکوں کی انجمن میں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بنادیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک طویل، زبردست اور سخت مہم کے باوجود انتخابات عام طور سے پرامن، منظّم، آزادانہ اور منصفانہ تھے، ہندوستان میں جمہوریت کے اندرونی استحکام اور اس کی ابھرنے کی صلاحیت کی طاقت کا ایک ثبوت ہے۔ اس مضمون میں ہندوستان میں انتخابی عمل اور جمہوریت کو مستحکم بنانے پر ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے نیز کچھ انتخابی اصلاحات تجویز کی گئی ہیں جن میں سے جمہوری استحکام مزید مستحکم ہوسکتا ہے۔

ہندوستان میں انتخابات اور جمہوریت کا استحکام

تمام بالغوں کی حق رائے دہی 1952 کے عام انتخابات میں شروع کی گئی تھی جو آزادی کے بعد سب سے پہلا معاملہ تھا۔ کمیونسٹوں اور دائیں بازو جن سنگھ سمیت تمام سیاسی پارٹیوں کو ان انتخابات میں شرکت کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ رائے دہی کی توسیع کی بدولت، رائے دہندگان کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے رائے دہندگان کی ایک بڑی تعداد جس کے پاس انتخابی شرکت کا کوئی گزشتہ تجربہ نہیں تھا، سیاسی میدان میں آگئی۔ نئے رائے دہندگان کی اس طرح کی اچانک شمولیت، خاص طور سے اس تشدد کی وجہ سے جو ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ ساتھ رونما ہوا تھا، پارلیمانی جمہوریت اور سیاسی نظام کے لئے پریشان اور مشکل کا ایک سبب بن سکتی تھی لیکن پارلیمانی جمہوریت کے آگے آنے والے عرصے میں پارٹیوں اور انتخابات کو آزادی کے بعد کے ہندوستان کی سیاسی ثقافت کا ایک لازمی جزو بنتا ہوا دیکھا گیا جس کا سہرا مملکت کے اداروں نیز لیڈر اور رائے دہندہ کے تعلقات کے ڈھانچوں کے تسلسل کے سر ہے۔ تمام سماجی طبقوں پر محیط ڈالے گئے ووٹوں کے فی صد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ (ٹیبل 1)

ٹیبل ایک میں اعداد وشمار کے مظاہر ایک بڑے پیمانے پر انتخابی عمل کا اہتمام کرنے کے سلسلے میں ہندوستان کی کامیابی کی مثال ہیں۔ بڑے پیمانے پر غریبی اور ناخواندگی کے باوجود ہندوستان نے ایک آزاد انتخابی کمیشن کی نگرانی میں بہت بڑی تعداد میں ان رائے دہندگان پر مشتمل انتخابات کا اہتمام کیا ہے، جنہیں قانون کے تحت، ووٹ ڈالنے کے ایسے مراکز فراہم کئے جانے ہیں، جہاں وہ چل کر آسانی سے پہنچ سکیں۔ مہموں کی بھی سختی سے نگرانی کی جاتی ہے۔ انتخابی دھوکے یا تشدد کی صورت میں ووٹ ڈالے جانے کا سلسلہ روک دینا یا دوبارہ ووٹ ڈالے جانے کا حکم دینا کوئی غیر معمولی بات

نہیں ہے۔

بھروسہ، اثر پذیری اور ردرستگی: انتخابی عمل کا جمہوری فائدہ

رائے عامہ کے اعداد وشمار کی دستیابی کی وجہ سے ہم ہندوستانی آبادی کے مختلف ضمنی طبقوں کے اندر اثر پذیری کے احساس کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔اس سوال کے جواب میں کہ کیا آپ سوچتے ہیں کہ آپ کے ووٹ کا اثر ہوا ہے؟ ، مجموعی طور سے آبادی میں اثر پذیری کے احساس میں تیزی سے اضافہ دیکھا جا سکتا ہے جو 1971 میں پوری آبادی کے 48.5 فی صد سے بڑھ کر 2004 میں 67.5 فی صد ہو گیا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اثر پذیری کا یہ فائدہ ان لوگوں میں تیزی سے کمی کی وجہ سے ہوا ہے، جو یا تو کوئی رائے نہیں رکھتے ہیں یا اس سوال کے بارے میں کوئی موقف اختیار نہیں کرسکتے ہیں۔ان لوگوں کا فی صد جو اپنے آپ کو پر اثر محسوس نہیں کرتے ہیں، کم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے (مجموعی طور سے آبادی کے پانچویں حصہ سے بھی کم) لیکن یہ 1971 اور 2004 کی درمیان تین دہوں میں یہ مستحکم نظر آیا ہے۔اثر پذیری کے احساس میں بھی اسی طرح کا رجحان دیکھنے میں آتا ہے۔ چناں چہ 1996 میں نیز 2004 میں بھی اثر پذیری کی زیادہ سطح والے لوگ مردوں' اعلی طبقے' اعلی ذات اور بہت زیادہ تعلیم یافتہ پر مشتمل تھے۔لیکن درج فہرست ذاتیں' مسلمان اور عیسائی بھی اثر پذیری کی زیادہ سطحوں پر نظر آتے ہیں۔ یہ رائے دہندگان کے اندر خصوصی دلچسپی والے انتخابی حلقوں کو حرکت میں لاتے ہوئے اولوالعزم لیڈروں کے ذریعہ کئے گئے سیاسی اجتماع کا نتیجہ ہے۔

اثر پذیری کا مماثل ایک طریقہ درستگی کے معاملے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں اس بات کو یقینی بنانے کے لئے سوال نفی میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ لوگ جو پارٹیوں' انتخابات اور اسمبلیوں پر مبنی موجودہ سیاسی نظام کو پارلیمانی جمہوریت ان خصوصیات کے بغیر نظام کے لئے قابل ترجیح سمجھتے ہیں' اس سوال کا نفی میں جواب دیں گے۔ انٹرویو دینے والے ان لوگوں کے لئے آسان کام نہیں ہے جو تختیاں لے جاتے ہوئے اور رسماً جوابات لکھتے ہوئے کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان مردوں اور عورتوں کا سامنا کر رہے ہیں۔موثر طور پر ان لوگوں کا فی صد جو سیاسی نظام کو درست سمجھتے ہیں' 1971 میں 43.4 فی صد سے بڑھ کر 2004 میں 72.2 فی صد ہو گیا ہے۔جیسا

ٹیبل 1: انتخابی اعداد و شمار، ہندوستانی پارلیمانی انتخابات، 1952 تا 2014

سال	نشستیں	امیدوار	ووٹ ڈالنے کے مراکز	رائے دہندگان (ملین میں)	ڈالے گئے ووٹ (ملین میں)	ڈالے گئے کا فی صد
1952	489	1874	132,560	173.2	79.1	45.7
1964	494	1519	220,478	193.7	92.4	47.7
1962	494	1985	238,355	217.7	120.6	55.4
1967	520	2369	267,555	250.6	153.6	61.3
1971	518	2784	342,944	274.1	151.6	55.3
1977	542	2439	373,908	321.2	194.3	60.5
1980	529	4629	434,742	363.9	202.7	56.9
1984	542	5493	479,214	400.1	256.5	64.1
1989	529	6160	579,810	498.9	309.1	62.0
1991	534	8780	588,714	511.5	285.9	55.9
1996	543	13952	767,462	592.6	343.3	57.9
1998	539	4708	765,473	602.3	373.7	62.0
1999	543	4648	774,651	619.5	371.7	60.0
2004	543	5435	687,402	671.5	389.9	58.1
2009	543	-	828,804	716,0	-	56,9
2014	543	-	930,000	814.0	-	66,4

Sماخذ: ڈیٹا یونٹ، سی ایس ڈی سی، دہلی، الیکشن کمیشن آف انڈیا (1999,2004,2009,2014)

کہ اثر پذیری کے معاملے میں ہے' یہاں بھی ان لوگوں میں کمی کی وجہ سے فائدہ ہوا ہے جن کی کوئی رائے نہیں ہے یا جو کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے ہیں۔ آبادی کا ایک چھوٹا سا فی صد جو کل آبادی کے تقریباً دسویں حصے پر مشتمل ہے' اس بات میں تعین رکھتا ہے کہ پارلیمانی جمہوریت کے لئے متبادل بہتر ہوسکتے ہیں۔ مزید تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ جو زیادہ تعلیم یافتہ ہیں' اعلی ذاتیں' اور عیسائی شہری' مرد اورآبادی کے نوجوان طبقے درشتگی کی اعلی سطحوں پر ہیں۔

ہندوستان میں انتخابی اصلاحات کے لئے کچھ سنگ میل

ان اداروں' قوانین اور معیارات کے ارتقا سے جو ہندوستان کے انتخابی عمل کو سہارا دیتے ہیں' ہندوستان کے حالات کے لئے تمام بالغوں کے حق رائے دہی کا درآمد کردہ طریقہ اختیار کرنے نیز جمہوریت اور اس کے استحکام کے لئے منتقلی کی ضرورت کے تئیں انہیں ڈھالنے کے سلسلے میں عظیم خوش تدبیری کا پتہ چلتا ہے۔ کثیر رکنی انتخابی حلقوں کا طریقہ ایک رکنی انتخابی حلقوں کے حق میں ترک کردیا گیا تھا جس سے مفادات کے امتزاج میں مدد ملی۔ لیکن ان خصوصی مفادات کی نمائندگی' جنہیں کم مراعات یافتہ یا کمزور شمار کیا جاتا تھا' درج فہرست ذاتوں' درج فہرست قبیلوں' خواتین (مقامی انتخابات میں) اور اینگلو انڈینس کے لئے کوٹوں کی شکل میں برقرار رکھی گئی تھی۔ صدارتی انتخابات کے لئے تناسبی نمائندگی برقرار رکھی جاتی ہے تاکہ یونین کے مقابلے میں ریاستوں کے لئے یکساں اہمیت کو یقینی بنایا جائے۔ متعدد ترمیمات کی وجہ سے جمہوری عمل کی کارکردگی مستحکم ہوئی ہے نیز انتخابات کی غایت کی توسیع ہوئی ہے۔ دفعہ 101' 102' 190 اور 191 کو متاثر کرتے ہوئے 52ویں ترمیم کی شکل میں منظور کردہ' غداری مخالف قانون 1985 میں منظور کیا گیا تھا' جس سے نمائندگی کا اختیار مستحکم ہوا تھا نیز ان افراد کے ساز باز کرنے کی ممانعت ہوئی تھی جو اس پارٹی سے غداری کرتے تھے جس کے نشان کے تحت انہیں منتخب کیا گیا تھا۔

دفعہ 326 کے لئے 61ویں ترمیم سے جس سے ووٹ دینے کی عمر 21 سال سے کم ہوکر 18 سال ہوگئی' رائے دہندگی کے حق کے دائرے میں بہت زیادہ توسیع ہوئی۔ 73ویں ترمیم سے جو 1993 میں منظور کی گئی تھی' وفاقی ڈھانچے کے لئے ایک قانونی تیسری سطح متعارف ہوئی' جب سے پہلی بار مقامی سطح پر براہ راست جمہوریت شروع ہوئی نیز خواتین کے ذریعہ حاصل کی جانے والی ایک تہائی نشستوں کا نشانہ مقرر کرتے ہوئے خواتین کو بااختیار بنایا گیا۔

متعدد ادارہ جاتی اقدامات مثلاً انتخابی قانون میں ترمیمات کے بارے میں مشترکہ پارلیمانی کمیٹی (72-1971)' 1975 کی تارا کنڈے کمیٹی کی رپورٹ 1990 کی گوسوامی کمیٹی کی رپورٹ اور 1998 میں انتخابی کمیشن کی سفارشات کے ذریعے اس بارے میں اہم معلومات پیدا کی گئی ہیں کہ انتخابات کی کارکردگی کو کیسے بہتر بنایا جائے۔ لیکن انتخابی طریقوں میں سب سے اہم اختراع ہندوستان کے انتخابی کمیشن نے متعارف کی ہے جسے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے محافظ کے طور پر کام کرنے کے لئے آئین (دفعہ 324) کے ذریعہ وضع کیا جاچکا ہے۔ ہر ایک انتخابات میں یہ سیاسی پارٹیوں اور امیدواروں کے لئے ایک کامل ضابطہ اخلاق جاری کرتا ہے تاکہ ایک آزادانہ اور منصفانہ انداز میں انتخابات منعقد کئے جاسکیں۔ کمیشن نے پہلی بار 1971 میں (پانچویں انتخابات) میں یہ ضابطہ جاری کیا تھا اور وقتاً فوقتاً اس پر نظر ثانی کی ہے۔ ہندوستان میں اس نے بخوبی کام کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ درج ذیل حصے سے دلالت ہوتی ہے' مزید اصلاحات کی اب بھی کافی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی پرتشدد انتخابی سیاست اور انتخابی اصلاحات کی ضرورت

یہ حقیقت کہ 2014 کے انتخابات نو مرحلوں میں کرانے پڑے تھے جو رائے دہندگی کے محفوظ انعقاد کے سلسلے میں لازمی فوجوں کی نقل وحرکت کے لئے ضروری تھے' ایک اہم حقیقت ہے کہ جو عام انتخابات کے بہت بڑے حصوں کے کامیاب انعقاد پر خوش گوار آوازوں میں گم ہوجاتی ہے۔ انتخابات کرانے کے لئے فوجیوں کی ضرورت تشدد کے مہلک متعدد سی اخراجات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک پولیس اسٹیشن کے سامنے زمین پر رکھی ہوئی نیم فوجی ٹروپوں کی لاشوں کا ہولناک نظارہ جنہیں مشرقی ہندوستان کے علاقے چھتیس گڑھ میں دن دہاڑے ایک حملے میں ماؤوادیوں نے ہلاک کردیا تھا' اس تشدد کی ہیبت ناک یاد دہانی جو مشرقی ہندوستان کے نکسلیوں سے متاثرہ علاقوں میں مہم کی علامت ہے۔ ہلاک کرنے اور انتخابات کے اعلان کی ہم زمانیت اتفاقی

نہیں ہے۔ حفاظتی دستوں سے مقابلہ کرنا اپنے مقامی کنٹرول کا دعوی کرنے کے سلسلے میں ماؤوادیوں کا سب سے موثر طریقہ ہے۔ اس طرح کے حملے بخوبی صحیح اندازہ لگا کر کئے جاتے ہیں جن کا مقصد جتنا ہتھیار لوٹنا اور اپنے اثر کا دعوی کرنا ہوتا ہے، اتنا ہی انتخابات کے اس بائیکاٹ کو نافذ کرنے کے سلسلے میں عزم مصمم کا مظاہرہ کرنا بھی ہوتا ہے جس کا اعلان ماؤوادی پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ان پرتشدد خطرات کے پیش نظر رائے دہندگی کا عمل نو مرحلوں میں پھیلایا جاتا ہے جو کہ رائے دہندگی کے عمل کا تحفظ کرنے کے سلسلے میں فوجیوں کی تعینات اور نقل وحرکت کے لئے ضروری ہے۔ نیم فوجی دستوں کی موجودگی نہ صرف کشمیر یا شمالی مشرق جیسے گڑبڑ والے علاقوں کے لئے بلکہ مجموعی طور سے ملک کے لئے بھی لازمی ہے۔ متناقص طور پر ملک کی سب سے بڑی جمہوریت صرف فوجی تحفظ میں رائے دے سکتی ہے۔

اس بدمزگی کو دور کرنے کے سلسلے میں اصلاح کی ضرورت کے بارے میں ہر جگہ بات کی جارہی ہے۔ ایک مبصر نے لکھا ہے: اولین اور بہترین کام جو اس وقت کئے جانے کی ضرورت ہے، تین تکلیف دہ چیزوں کو ختم کرنا ہے یعنی پیسے کی طاقت، فصلوں کی طاقت اور مافیا کی طاقت۔ اس کے علاوہ چار چیزوں کو بھی ختم کرنا ہوگا۔ ان میں بدعنوانی، جرم کاری، ذات پرستی اور فرقہ پرستی شامل ہیں۔ (شنکر 2014)۔ لیکن اس طرح کے نظریات سنجیدگی سے کسی جگہ بھی ہماری رہنمائی نہیں کرتے ہیں کیوں کہ اخلاقی جذبات کسی مخصوص پالیسی، منصوبہ عمل یا ادارہ جاتی انتظام سے جو ترغیبات کے نظریے پر وضع کیا گیا ہو، وابستہ نہیں کئے جاتے ہیں۔ اس تشدد سے نمٹنے کے لئے جو ہم عصر سیاست پر اپنا طویل اثر ڈالتا ہے، تین امور ہیں، جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پہلا سیاسی شعبے میں بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی بدعنوانی اور جرم کاری (فرد جرم عائد کردہ لیجسلیٹرس، کالا دھن، رشوت ستانی اور عزیز داری) کے درمیان تعلق جرم، انتخابی سیاست اور بدنظمی کے درمیان تعلق کی واضح علامت ہے۔

چناں چہ سرکردہ حیثیتوں والے لوگوں کے ذریعے درشتگی کم کرنے والی سرگرمیوں کو انتخابی کمیشن کے ذریعے درج کیا جانا چاہئے۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے عملہ مستعار لینے کی بجائے خود انتخابی کمیشن کے پاس گارنٹی شدہ فنڈس اور آئینی درجے کے ساتھ وقف عملہ ہونا چاہئے جو قانون اور انتخابی سماجیات میں مناسب طور سے تربیت یافتہ ہو۔ دوسرا مثالی ضابطہ اخلاق سے جو انتخابی بدعنوانیوں کے خلاف ہندوستان کا ہمہ مقصد علاج ہے۔ ماؤوادیوں کے خلاف کوئی مدد نہیں ملتی ہے جو صریحاً انتخابی عمل کو مسترد کردیتے ہیں۔ لیکن انتخابی کمیشن کے ذریعہ مناسب پابندیوں کی زحمت پر کھلم کھلا یا پوشیدہ طور پر ماؤوادیوں کی مدد چاہنے سے باز رکھنے کے سلسلے میں سیاسی پارٹیوں کو سخت ہدایت دینے سے سرکار مخالف طاقتیں ممکنہ طور سے اس سیاسی تحفظ سے محروم ہوجائیں گی جو وہ مقامی سیاست دانوں اور امیدواروں سے حاصل کرتی ہیں۔ آخر میں ہندوستان کی سرگرم عدلیہ اور سول سماج کو یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت کہ 'بھوکے لوگ بغاوت کرتے ہیں' زیادہ سے زیادہ ایک خوفناک آدھا سچ ہے۔ چیدہ طور سے حربی ادا کار ہونے کی وجہ سے یہ امکانی باغی وہ لوگ ہیں جو حملہ کرنے اور بھاگ جانے کو ایک ٹھوس فائدہ اور موقع سمجھتے ہیں۔ باغیوں کو ساجھے داروں میں بدلنے کا حل نصیحت آمیز تقریروں میں نہیں بلکہ روزی روٹی، سلامتی اور املاک کے حقوق کو ساتھ ساتھ فروغ دینے جس کے لئے سخت نگرانی اور انتظامیہ کی مدد حاصل ہو، نیز قانون اور امن کو برقرار رکھنے کے لئے مقامی پنچایتوں کو ادارہ جاتی نظام میں شامل کرنے میں مضمر ہے۔

مثالی ضابطہ اخلاق کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے۔ انتخابی کمیشن بعض اوقات اپنے منشور سے تجاوز کرتا ہوا نظر آتا ہے نیچے دی گئی ٹیبل سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی رائے دہندگان عدالت عظمی اور انتخابی کمیشن جیسے نظر رکھنے والے اور نگرانی کرنے والے اداروں میں یقین نیز منتخبہ نمائندوں میں تعین کے درمیان ایک متزلزل یقین رکھتے ہیں۔ چناں چہ مایوسی تیزی سے پیدا ہوجاتی ہے نیز ناکامی اور محرومی اکثر ایک پرتشدد شکل اختیار کرلیتی ہے جس کی وجہ سے تازہ انتخابات کرانا ضروری ہوجاتا ہے۔ پاؤں پسارتے ہوئے ملک میں اس طرح کے اتفاقی واقعات سے نمٹنے کے لئے جرمنی کے خطوط پر مثالی ضابطہ اخلاق کے لئے ایک آئینی منشور انتخابی کمیشن کے اختیارات میں ایک نوکر شاہانہ ادارہ ضروری ہیں۔ اس سے انتخابی عمل، مہم کے لئے رقم کی فراہمی ضابطہ بند ہوگی

ٹیبل۔ اداروں میں یقین

	بڑا معاملہ	کسی قدر	قطعی نہیں
انتخابی کمیشن	45.9	31.1	23.0
عدلیہ	41.6	34.2	24.2
مقامی حکومت	39.0	37.8	23.2
ریاستی حکومت	37.2	43.6	19.2
مرکزی حکومت	35.2	42.5	22.3
منتخبہ نمائندے	19.9	40.4	39.7
سیاسی پارٹیاں	17.4	43.6	39.0
سرکاری عہدیداران	17.2	40.4	42.3
پولیس	13.0	29.9	57.1

ماخذ: مترا اور سنگھ، جمہوریت اور سماجی تبدیلی (دہلی 1999)

نیز پارٹیوں اور امیدواروں پر گہری نظر رکھنا نہایت ضروری ہوجائے گا۔

اختتام

ہندوستان میں انتخابات جیسا کہ درحقیقت کسی بھی پختہ جمہوریت میں ہوتے ہیں' ایک سماجی انتخابات میں انفرادی ترجیحات کی چڑھائیاں ہیں جو پھر قانون سازی کی بنیاد بنتی ہے۔حکمرانی کے عمل میں شفافیت کے سلسلے میں پالیسی کے نتیجے کے لئے انتظامیہ کو ذمہ دار بنا کر ایک ہوشیار رائے دہندہ جمہوریت کی وسعت اور استحکام کو یقینی بناتا ہے۔نوآبادیاتی حکومت سے مقابلہ جاتی انتخابات میں تبدیلی نیز تمام بالغوں کے حق رائے دہندگی کو شروع کئے انتخابات میں اعلی سماجی طبقوں کی ذریعے رائے دہندگان کی عمودی اجتماع کے توسط سے ہندوستان میں ممکن بنایا گیا تھا جس کے نتیجے میں فی الواقع رائے دہندگان کا امتیازی اور افقی اجتماع عمل میں آیا تھا۔اس مسلسل اور بڑھتے ہوئے طریقے کی بجائے جس سے مغربی جمہوریت کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔نوآبادیاتی حکومت کے اختتام پر ایک ہی چیل جھپٹے میں تمام بالغوں کا حق رائے دہندگی شروع کرنے کی خطرناک مہم ختم ہوگئی ہے۔آزادی کے بعد پہلے انتخابات کے نتیجے میں کانگریس کا غلبہ سامنے آیا تھا لیکن 1967 کے انتخابات کے نتیجے میں دائیں اور بائیں بازو کا پہلا اتحاد دیکھنے میں آیا تھا جس سے عمومی طور سے ہندوستان کے انتخابات کی مقابلہ جاتی صلاحیت کا استحکام ہوا تھا۔1971 میں ایک مقبول عام اتھاریٹیرزنم سامنے آیا۔1977 کے انتخابات سے مرکز میں اقتدار پر حزب مخالف پارٹیوں کا وسیع اتحاد واپس آیا۔1989 سے ایک کثیر پارٹی نظام اور اتحادی سیاست کی حکومت رہی ہے۔

جمہوریت کو مستحکم کرنے کے لحاظ سے ہندوستان کے انتخابی عمل کی حصولیابیاں ابتدائی سیاہ زبانوں مثلاً سیلیگ ہیریشن (1968) کے خدشات جس نے اس کے ختم ہوجانے کی پیش گوئی کی تھی یا شرکت کی اچانک توسیع کے نتیجے میں عوامی اجتماع کی وجہ سے جمہوریت کے زوال کی پیشین گوئی (ہنٹنگٹن 1968) کو جھٹلاتی ہیں۔نہ ہی ہندوستان 'ایسی نرم مملکت' جس میں سخت فیصلے کرنے کی صلاحیت نہ ہو (میرڈل 1970) یا پرامن بے بسی کی حالت میں رہا ہے۔جمہوری شرکت جس کی شروعات 1880 کے دہے میں برطانوی نوآبادیاتی حکومت میں معمولی طور سے ہوئی تھی' اب ایک مکمل طور سے نمو یافتہ ادارہ بن گئی ہے' جس کی اتالیقی انتخابی کمیشن نے اہل طور سے کی ہے نیز جو ہندوستانی رائے دہندگان کی انفرادی آوازوں میں سے اجتماعی انتخاب حاصل کرنے کا ایک قابل اعتماد ذریعہ بن گئی ہے۔

میں نے اس مضمون میں اس بات پر حجت کی ہے کہ انتخابی عمل کے بنیادی ڈھانے یعنی واحد رکن انتخابی حلقوں اور اکثریتی رائے دہندگی سے اہل طور سے نوآبادیاتی حکومت کے بعد کی مملکت کی وہ فوری ضرورت پوری ہوئی ہے جس سے ایک ایسی محکوم آبادی میں حق رائے دہی' استحقاق اور اختیار کا احساس پیدا ہو' جسے تنگ نظر' فرقہ پرست شناختوں میں الگ الگ کردیا گیا ہو اور جسے اچانک شہرت دے دی گئی ہو۔بعد کی انتخابی اصلاحات نیز اس عمل کی اہل اور غیر جانب دارانہ نگرانی کی پروقار اونچائیوں تک انتخابی کمیشن کے عروج سے یہ جمہوریت اور اس کے استحکام کے لئے منتقلی کے صحیح راستے پر گامزن ہوگیا ہے لیکن عالمی ثقافتی آمد کے دور میں ہندوستان جو نیوکلیائی طاقت کا حامل ہے اور ابھرتی ہوئی ایک بڑی معیشت ہے' ایک تیسری جمہوریت کے طور پر اب سے ایک مزید فائدے کی توقع نہیں کرسکتا ہے۔اگر ہندستان کو کام کرنے والی جمہوریتوں کے عالمی کلب کی مکمل رکنیت کا دعوی کرنا ہے تو امن کے زمانے میں فوج کی سب سے بڑی تعیناتیوں میں سے ایک پر مبنی ہوتے ہوئے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں انتخابات کے کامیاب انعقاد کے خلاف بات کا روبہ رو سامنا کرنا ہوگا۔

☆☆☆

قبائلی لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے اسکیموں اور پروجیکٹوں کی خصوصی نگرانی آئی ٹی کے ذریعہ کی جائے گی

☆وزارت برائے قبائلی امور کے مرکزی وزیر جناب جول اورم نے کہا کہ قبائلی لوگوں اور قبائلی علاقوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کیلئے جاری متعدد منصوبوں، پروجیکٹوں اور پروگراموں کی خصوصی نگرانی انفارمیشن ٹیکنالوجی اپلیکیشن کے ذریعہ کی جائے گی تاکہ پروگراموں اور اسکیموں کے مختلف جہات مثلاً بروقت صورتحال، مصارف اور مستفدین وغیرہ سے متعلق ساری تفصیلات عوام کے دسترس میں ہوں اور ان اطلاعات اور تفصیلات تک ہر شخص آسانی سے پہنچ سکے۔ اپنے عہدہ کا چارج سنبھالنے کے بعد جناب اورم نے یہ کہا کہ ہندوستان کے قبائل کا تفصیلی نقشہ بھی جغرافیائی اطلاعاتی نظام (جی آئی ایس) ٹیکنالوجی کو استعمال کرکے تیار کیا جائیگا۔اس کے ذریعہ حکومت کو مختلف پروگراموں کو نافذ کرنے میں مدد ملے گی۔اس کے علاوہ قبائلی لوگوں کے لئے نئی اسکیموں اور پروجیکٹوں کو متعارف کرانے میں تعاون ملے گا۔وزیر موصوف نے مزید کہا کہ مختلف ریاستوں کے قبائلی امور اور قبائلی فلاح و بہبود کے شعبوں کے سکریٹریوں اور وزیروں سے پابندی کے ساتھ میٹنگ کیا کریں گے تاکہ خطوں اور قبیلوں کے خاص مسائل پر زیادہ مؤثر طریقے سے توجہ دی جاسکے، انہوں نے کہا کہ وہ وقتاً فوقتاً قبائلی لوگوں اور علاقوں کی نمائندگی کرنے والے ممبران اسمبلی اور ممبران پارلیمنٹ سے بھی ملاقات کریں گے تاکہ قبائلی لوگوں کے خاص مقامی مسائل اور پریشانیوں کے بارے میں جانکاری مل سکے۔

☆☆☆

اشونی کے سوائن

کیا زرعی ترقی، تصرف اور تخفیف

کے درمیان توازن ہے؟

ایک محتاط تخمینے پر مبنی مجموعی طور سے آب و ہوا کے لحاظ سے سازگار ان اقدامات کے نتیجے میں اس شعبے میں ایک چوتھائی اخراج کم ہوسکتا ہے جبکہ پیداواریت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ جب کہ پیداواریت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ تہرے فوائد کے لئے ان مواقع کو ملتوی کرنا ناعاقبت اندیشی ہے۔

عالمی آب وہوا کے سلسلے میں ہندوستان کا عرصے سے چلا آرہا سرکاری موقف یہ رہا ہے کہ زراعت کے بارے میں کوئی بھی تبادلہ خیالات تصرف کے دائرے میں کیا جانا چاہئے۔ نہ کہ تخفیف کے دائرے میں۔ حکومت اس شعبے کو اخراج میں کمی کے سلسلے میں واضح طور سے حدود سے باہر ایک شعبہ سمجھتی ہے کیوں کہ زراعت ایک حساس معاملہ ہے نیز تخفیف کرنے سے عوام کی روزی روٹی پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔ کیا یہ خدشے اور تشویش کی آگاہی ہے؟ کیا زرعی ترقی، تصرف اور تخفیف کے درمیان کوئی توازن ہے؟

ہندوستانی زراعت اور آب وہوا میں تبدیلی

صنعت کاری کے کئی دہوں بعد بھی ہندوستان اب بھی ایک زرعی ملک ہے۔ ورلڈ واچ انسٹی ٹیوٹ کے مطابق جب کہ کمی کا ایک عالمی رجحان ہے، ہندوستان میں زرعی آبادی میں 1980 سے 2011 کی مدت میں 50 فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے برخلاف جی ڈی پی میں زراعت کے حصے کا آزادی کے بعد سے مسلسل کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ اس کے باوجود بھی جی ڈی پی میں اس کے مجوزہ حصے کے مقابلے میں ہندوستانی معیشت اور پالیسی سازی میں زراعت کا کہیں زیادہ اہم کردار ہے۔ یہ تقریبا نصف ورک فورس کو کام دیتی ہے۔ یہ تقریباً دو تہائی آبادی کو روزی روٹی فراہم کرتی ہے نیز خوراک کئی برسوں سے افراط زر کا سب سے بڑا سبب رہی ہے جس سے غریبی میں اضافہ ہوا ہے۔

اگرچہ ہندوستان زرعی پیداوار کے ایک خالص برآمد کنندہ کے طور پر ابھرا ہے لیکن یہ ابھی خوراک کی لازمی اشیا مثلاً دالوں اور کھانا پکانے کے تیل کے لئے درآمدات پر انحصار کرتا ہے۔ اب جب کہ خوراک کے معاملے میں خود کفالت ایک دور کا نشانہ نہیں ہے لیکن چھوٹی سطح پر خوراک کی سیکورٹی کا معاملہ ایک ناقابل مغلوب چیلنج بنا ہوا ہے۔ اس شعبے کی کارکردگی میں مسلسل سست روی، خوراک اور آمدنی کی سیکورٹی نیز دیہی ترقی کے خاتمے کے لئے مجموعی ایجنڈے میں تشویش کی ایک وجہ ہے۔

آب وہوا میں تبدیلی کا ایک اہم مقام ہونے کی وجہ سے انتہائی موسمی واقعات کی شکل میں ابتدائی اثرات سے ہندوستان میں زرعی پریشانی میں مزید اضافہ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ملک میں تقریباً 70 فی صد قابل کاشت اراضی خشک سالی سے 12 فی صد اراضی سیلابوں سے اور 8 فی صد اراضی طوفانوں سے متاثر ہوجاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ درجہ حرارت میں اضافہ ہونے سے زرعی پیداوار میں کافی کمی آجاتی ہے۔ تازہ ترین آئی پی سی سی۔ اے آر 5 میں اوسط اعتماد کے ساتھ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ زیادہ درجہ حرارت سے کاشت کرنے کی مختصر مدت کے نتیجے میں ایشیائی ملکوں میں چاولوں کی پیداوار میں کمی آئے گی۔ جنوبی ایشیا کے ہند دریائے گنگا کے میدانی علاقوں کو $2xCo_2$ پر درجہ حرارت کے دباؤ کی وجہ سے سب سے زیادہ سازگار اور زیادہ پیداوار والے گیہوں کے سلسلے میں تقریباً 50 فی صد کی کمی کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ اسی طرح س یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان میں سورگھم (گھاس کی وہ قسم جس میں باجرے اور گنّے کے پودے شامل ہیں) کی پیداوار میں 2020 تک 2 تا 14 فی صد تک کمی واقع ہوگی جس میں 2050 اور 2080 تک مزید کمی آئے گی۔ چوں کہ تقریباً 250 ملین آبادی کے لئے خوراک کی سیکورٹی نہیں ہے، اس لئے یہ چیلنج درپیش ہے کہ وسائل (زمین، پانی اور

مضمون نگار سی یو ٹی ایس انسٹی ٹیوٹ فار ریگولیشن اینڈ کمپیٹیشن، نئی دہلی میں فیلو ہیں۔

توانائی) کی کم ہوتی ہوئی دستیابی کے ساتھ بڑھتی ہوئی مانگیں کافی طور سے پوری کرنے کے لئے خوراک کی کافی پیداوار کی جائے۔

چوں کہ یہ شعبہ آب وہوا میں تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے' اس لئے زرعی پیداوار سے اس مسئلے میں کافی اضافہ ہوتا ہے اور ہندوستان میں کل اخراج کے 17.6 فی صد حصے کا باعث ہے۔ اگر ہم زرعی کھپت سے متعلق اخراج' جو توانائی کے استعمال اور کیمیاوی کھاد کی پیداوار پر مشتمل ہے' کو شامل کرتے ہیں تو جی ایچ جی اخراج میں اس شعبے کی دین بڑھ کر 30 فی صد ہوجاتی ہے۔ (ٹیبل 1 ملاحظہ کیجئے۔ چناں چہ ایک اقتصادی سرگرمی کے طور پر زراعت کا شعبہ نہ صرف کم پیداواری بلکہ بہت زیادہ کاربن پر مجتمع شعبے کے طور پر ابھرتا ہے جو کہ ایک اچھی صورت حال نہیں ہے۔

موجودہ حکمت عملیاں

کیا کاربن کے فروغ کے سلسلے میں ہندوستان کی حکمت عملی اور اقدام میں زراعت کو واجب اہمیت دی گئی ہے؟ عالمی رجحان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہندوستان کاربن کے کم فروغ کے لئے بجلی' صنعتوں اور ٹرانسپورٹ کے شعبوں کو ترجیح دیتا رہا ہے۔

آب وہوا میں تبدیلی کے بارے میں قومی منصوبہ عمل کے اہتمام کے تحت ایک وقف مشن یعنی پائیدار زراعت کے لئے قومی مشن (این ایم ایس اے) 'پائیدار زراعت' کو فروغ دینے کے لئے قائم کیا گیا ہے جس کا مقصد'' ہندوستانی زراعت کو فصلوں اور مویشی پالن کے شعبوں میں تصرف اور تخفیف کے پائیدار اقدامات کے ذریعہ آب وہوا کے لحاظ سے لچک دار' پیداوار کے ایک نظام میں بدلنا'' ہے۔

این ایم ایس اے زراعت کو درپیش چیلنجوں نیز اس بات کی نشاندہی کرنے کے سلسلے میں جزوی طور سے کامیاب رہا ہے کہ بدلتی ہوئی آب ہوا میں ان کو کتنا بڑھا دیا جائے گا لیکن ان چیلنجوں کے لئے حل معلوم کرنے کے سلسلے میں اختراعات کرنے میں یہ ناکام ہوا ہے۔ وسائل کی اثر پذیری والی تکنالوجی کو فروغ دینے کے نظریے سے اس نے غیر صحت مند زرعی طریقوں میں توجہ نہیں دی ہے۔ اگر چہ پانی کے استعمال کی اثر پذیری پر زور دیا گیا ہے لیکن کیمیاوی کھادوں کے الٹے سیدھے استعمال کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ موخرالذکر آب پاشی کے پانی کی بڑھتی ہوئی مانگ کا ایک بڑا سبب ہے۔ مزید برآں مجوزہ بہت سی حکمت عملیوں کا نشانہ بڑے کسان ہیں جو نئے آلات اور سازوسامان خرید سکتے ہیں' جب کہ چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں کو جراحت پذیر چھوڑ دیا گیا ہے۔

حالاں کہ یہ مشن ٹکنالوجی پر مبنی ہے لیکن اس نے نہ تو اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان تکنالوجیوں کا انتظام و انصرام کیسے کیا جائے گا اور نہ ہی اس نے کمزور زرعی توسیعی خدمات پر توجہ دی ہے۔ مزید برآں خاص طور سے چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں کی بڑی تعداد کے لئے قرضے اور بیمے کی کافی سہولت کا فقدان ان ٹکنالوجیوں کو زیادہ سے زیادہ اپنائے جانے کی راہ میں رکاوٹ ہوگا۔ بالآخر کمزور ادارہ جاتی اور انسانی صلاحیت زرعی پالیسی پر موثر طور سے عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں ایک اہم چیلنج ہوگی۔ اس طرح کی ایک غیر واضح حکمت عملی' جس میں محض چند تصرفاتی تشویشات پر توجہ دی گئی ہو' زرعی ترقی کے سلسلے میں یقیناً ایک پائیدار راہ نہیں بنے گی۔

دیگر اسکیمیں جن میں پانی اور توانائی کے استعمال کی اثر پذیری کو نشانہ بنایا گیا ہے' زیادہ کامیاب نہیں رہی ہیں۔ چھوٹی آب پاشی کی ایسی ٹکنالوجیوں کو جن میں زراعت میں پانی کی مانگ کم کرنے کی کافی صلاحیت ہے' فروغ دینے کے لئے سرکاری اقدامات منتشر کردیئے جاتے ہیں نیز انہیں کچھ ریاستوں میں بہت محدود کامیابی ملی ہے۔ جب کہ ان سبسڈیوں تک رسائی حاصل کرنے کے سلسلے میں لین دین کے زیادہ اخراجات کی وجہ سے ریاستی حکومتوں نے سرمایہ کاری کے سلسلے میں کافی سبسڈیوں کا اہتمام کیا ہے لیکن اس طرح کی تکنالوجیاں اپنانے کے سلسلے میں کسانوں کو کم ترغیب دی گئی ہے۔

توانائی کی زیادہ اثر پذیری کے بارے میں قومی مشن کے تحت ہندوستان نے زرعی بجلی کی مانگ کو محدود کرنے کے لئے زرعی مانگ کے انتظام (اے جی ڈی

ٹیبل ۔1 زرعی پیداوار اور کھپت سے جی ایچ جی اخراج (ایم ٹی سی او2 ای میں)

زرعی پیداوار سے متعلق (براہ راست) اخراج (ایم ٹی سی او2 ای)	
مویشی	212.10
چاولوں کی کاشت	69.87
مٹی کا انتظام اور دیکھ بھال	43.40
فصلوں کی بچی کھچی چیزوں کو جلانا	6.61
کھاد کا انتظام اور دیکھ بھال	2.44
میزان	334.41
زرعی کھپت سے متعلق (غیر براہ راست) اخراج (ایم ٹی سی او2 ای)	
بجلی کا استعمال	130.63
دیگر توانائی کا استعمال	33.66
کیمیاوی کھاد کی پیداوار میں توانائی کا استعمال	20.57
میزان	184.86
کل میزان	519.27

ایس ایم) کا پروگرام شروع کیا ہے۔ زرعی جی ایچ جی اخراج میں بجلی کی کھپت کے کافی حصے کے پیش نظر مانگ پر قابو پانا ضروری ہے۔ لیکن ایک اور محدود اور ٹکنالوجی پر مبنی نظریے کے پیش نظر اس پروگرام کا مقصد موجودہ پمپوں کی جگہ توانائی کی اثر پذیری والے پانچ ستارہ پمپ لگا کر پمپوں کی کارکردگی کو بہتر بنانا ہے۔ کیا یہ نئے پمپ توانائی کی بچت کر سکتے ہیں؟ یہ نشانے حقیقت سے کافی دور نظر آتے ہیں۔

ہندوستانی بجلی کے سلسلے میں گزشتہ تجربات کے پیش نظر ہم ہندوستان بھر میں آب پاشی کے نصب کردہ 18.5 ملین پمپ تبدیل کرنے کے بارے میں بہت خوش امید نہیں ہیں۔ توانائی کی سروس کرنے والی کمپنیوں (ای ایس سی او) کی سرمایہ کاری کا مجوزہ ماڈل غیر حقیقت پسندانہ اور مالی طور سے غیر پائیدار نظر آتا ہے۔ توانائی کی سروس کرنے والی کمپنیاں (امکانی سرمایہ کار) حقیقی عمل درآمد سے اپنے ہاتھ کھڑے کر رہی ہیں۔ اگر ہندوستان اے جی ڈی ایس ایم پروگرام پر عمل درآمد کرا بھی لیتا ہے تب بھی توانائی کی بچت ہونے کی امید نہیں ہے۔ فروغ دیئے جا رہے پمپوں کے بارے میں یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ ان میں ہندوستانی کسانوں کو فراہم کردہ محدود بجلی سے زیادہ پانی نکالنے کی صلاحیت ہے۔ اس حقیقت پر غور کرتے ہوئے کہ کسانوں کو بجلی کی نہیں بلکہ پانی کی ضرورت ہے نیز پانی کی مانگ موجودہ قابل نکاسی مقدار سے کہیں زیادہ ہے، پمپوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے سے پانی کے استعمال میں اضافہ ہوگا اور اس طرح زیر زمین پانی کی سطح میں مزید کمی واقع ہوگی۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ پانی کی ایک سطح کے لئے آب پاشی کے پمپوں کے ہارس پاور میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مزید نچلی سطح سے پانی نکالا جا سکے۔ ہر ایک ہارس پاور کے اضافے کا مطالبہ بجلی کی کھپت میں اضافہ کرنا ہے۔

آگے کا راستہ

آنے والے دہوں میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے خوراک مہیا کرنے کے سلسلے میں زراعت میں خوش تدبیری اور اختراع کی ضرورت ہوگی تاکہ زیادہ پائیدار طریقوں میں کم وسیلے سے زیادہ خوراک پیدا کی جائے، لہٰذا زراعت کو بدلتی ہوئی آب وہوا نیز فی پیداوار کم اخراج

اخذ کرنے کے لئے بدلنا چاہئے۔ چناں چہ ہندوستانی زراعت کے سلسلے میں آب و ہوا کے لحاظ سے رد عمل کرنے والی ایک ترقیاتی حکمت عملی کی ضرورت ہے تاکہ ترقی، تصرف اور تخفیف کے تین مقاصد حاصل کئے جا سکیں۔

زراعت کے سلسلے میں آب ہوا کا بڑا خطرہ پہلے ہی سے قلیل وسائل پر زیادہ دباؤ کی شکل میں آتا ہے اور اس طرح زراعت پر انحصار کرنے والی برادریوں کے مفادات کے غیر محفوظ ہونے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تصرف کی ایک موثر حکمت عملی کا مقصد یہ ہوگا کہ متبادلات نیز وسائل کے استعمال کی اثر پذیری کے ذریعے وسائل کی قلت اور انتہائی حالات سے نمٹنے کے سلسلے میں برادریوں کو تیار کر کے ان کی ابھرنے کی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے۔ اسی طرح سے زراعت میں تخفیف کے لئے وسائل کی کھپت کے سلسلے میں بہتر کارکردگی کی ضرورت ہوگی تاکہ دباؤ، انتہائی حالات اور ان کی شدت کی پیدا کردہ آب وہوا میں تبدیلی میں کمی لائی جا سکے۔ اس لحاظ سے تصرف اور تخفیف کے یکساں نشانے ہیں جن کا مقصد زرعی کھپت اور پیداوار میں پائیداری حاصل کرنا ہے۔

زرعی ترقی کو تخفیف اور تصرف کے اقدامات کے ساتھ ضم کرنے سے نئے چیلنج پیش آتے ہیں نیز اس کے لئے بہتر صلاحیتوں، مداخلتوں اور تخلیقی خوش اسلوبیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کو اپنی زرعی ترقیاتی پالیسی اور حکمت عملی کی سمت کا از سر نو تعین کرنے کی ضرورت ہے جس میں ایک دوسرے کے خلاف براہ راست طور سے اپنے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور ماحولیاتی حالات کو اہمیت دی جائے، بجائے اس کے کہ ان کے بارے میں تفریق پذیر کے طور پر سوچا جائے۔

اس کے لئے زرعی ترقی کے سلسلے میں ایک وسیع تر اور ٹھوس نظریے کی ضرورت ہے۔ جبکہ پہلے تخفیف کے نظریے کو اپنانا سیاسی طور سے نا قابل عمل اور سماجی طور سے نا قابل قبول ہو سکتا ہے، ہندوستان تصرف اور تخفیف کے واضح مشترکہ فوائد کے ساتھ زراعت کے لئے پہلے ترقی کی حکمت عملیوں کا منصوبہ بنا سکتا ہے۔ تین وسیع حکمت عملیوں پر عمل درآمد کرنا تصرف اور تخفیف کے مشترکہ فوائد حاصل کرتے ہوئے کہیں زیادہ مطلوبہ زرعی ترقی حاصل

کرنے کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

مویشیوں کا انتظام

مویشی اخراج کرنے والا بڑا ضمنی شعبہ ہیں، جن کا حصہ زراعت میں مجموعی اخراج کا تقریباً 40 فی صد ہے لیکن اس سلسلے میں کسی قدر پالیسی کے شعبے میں زیادہ تبادلہ خیالات نہیں کیا گیا ہے تاہم سادہ سی مداخلتوں مثلاً چارے کے معیار کو بہتر بنا کر نیز صحت اور تولیدی انتظام سے پیداواریت کو بہتر بناتے ہوئے اخراج میں کافی کمی لائی جاسکتی ہے۔ مویشیوں سے متعلق دو تہائی سے زیادہ اخراج ڈیری مویشیوں سے آتا ہے جسے آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ چارہ کے ہضم کرنے کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے نتیجے میں جسے چارے کی پروسیسنگ نیز بہتر چارے کے اضافے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چارہ کے ہضم کرنے کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے نتیجے میں جسے چارے کی پروسیسنگ نیز بہتر چارے کے اضافے سے حاصل کیا جاسکتا ہے، دودھ کی اضافی پیداوار اور زیادہ زرعی آمدنی ہوگی نیز اسی کے ساتھ ساتھ میتھین کے اخراج میں کمی آئے گی۔ توقع ہے کہ بہتر چارے کے نتیجے میں حاصل ہونے والی دودھ کی اضافی پیداوار سے آب و ہوا میں تبدیلی اور گرماؤ کے مضر اثرات بھی زائل ہوجائیں گے اور اس طرح تصرف میں تعاون ہوگا۔ ڈیریوں میں صحت مند اور تولیدی مویشیوں کے ایک بڑے تناسب کے ساتھ صحت اور تولید کے انتظام کے ذریعے گلے کے کم کردہ سائز سے پیداواریت میں اضافہ ہوگا نیز اسی کے ساتھ ساتھ اخراج میں کمی آئے گی۔ جر برائٹ ایل (2013) کا کہنا ہے کہ جنوبی ایشیا میں چارے کے معیار، مویشیوں کی صحت

اور مویشی پروری کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں تو کھیتی باڑی کے ملے جلے نظاموں میں اخراج میں 38 فی صد کمی حاصل کی جاسکتی ہے۔

پانی زیادہ اہم ہے

پانی زراعت کے لئے ایک اہم شئے ہے۔ جب کہ آب پاشی کے پانی کی موجودہ دستیابی ناکافی ہے اور آنے والے برسوں میں یہ زیادہ ناقابل حاصل ہونے والا ہے، زرعی اخراج کا ایک بڑا حصہ آب پاشی کے موجودہ طریقوں سے آتا ہے جو کہ زیادہ تر بہت تیز بہنے والے پانی سے کی جاتی ہے یا پمپ چلانے کے لئے بجلی اور ڈیزل پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے۔ اس سیاق وسباق میں ان تین نشانوں کا انضمام آبپاشی کے پانی کے انتظام اور انصرام کو بہتر بنا کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ ڈرپ اور چھڑکاؤ جیسی آبپاشی کی موثر ٹکنالوجیاں اپنا کر پانی کی کافی مانگ کم کی جاسکتی ہے، زیادہ تر بقیہ مانگ آبپاشی کے سطحی نظام کو مستحکم بنا کر اور اس کی توسیع کرکے پوری کی جاسکتی ہے۔ بارش کا پانی جمع کرنے اور زیر زمین پانی کی بھرائی کے اقدامات نیز آبپاشی کے پمپوں کی بہتری کے ذریعے اس کام میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ان اقدامات سے پیداواریت سے سمجھوتہ کئے بغیر پانی کی قلت کی صورت حال سے ابھرنے کی قوت میں اضافہ ہوگا، زرعی توانائی کی کھپت نیز تیز بہاؤ والی آبپاشی سے میتھین کے اخراج میں نمایاں کمی سے مشترکہ فوائد حاصل ہوں گے۔

زرعی طریقوں کی بحالی

اگرچہ ترقی کے لئے جدید کاری بہت اہم ہے لیکن بہتر کارکردگی کے لئے کچھ روایتی طریقوں کو برقرار رکھا جانا چاہئے۔ مثال کے طور پر زمین کو مسطح بنانا، گیلی پیال اور پتوں کے مرکب کے ذریعے پودوں کی حفاظت کرنا اور فصلوں کی گوناگونی کچھ روایتی زرعی طریقے ہیں جن سے پانی اور کیمیاوی کھاد جیسے وسائل کی ضرورت کم ہوجاتی ہے۔ لیکن درکار زیادہ محنت سے بچنے کے لئے نیز جزوی طور سے ان فوائد سے متعلق محدود بیداری کی وجہ سے کسان اکثر ان طریقوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جب کہ ان ارزاں طریقوں سے سازوسامان کی ضرورت کم ہوجاتی ہے، ان سے مٹی کا کٹاؤ کم ہوتا ہے، مٹی کا تغذیہ محفوظ رہتا ہے۔ گھاس پھوس دب جاتی ہے نیز زرخیزی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ فصلوں کی بچی کھچی چیزوں کو زیادہ تر کھیتوں میں ہی جلادیا جارہا ہے جس کی وجہ سے اخراج اور مقامی ہوائی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں کا استعمال گیلی پیال اور پتوں کے مرکب کے طور پر پیداواری طور سے کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں کھیتوں میں درختوں کی پودکاری سے جو مٹی کے لئے نائٹروجن منتقل کرسکتے ہیں، نہ صرف کیمیائی نائٹروجن کھاد کی ضرورت کم ہوسکتی ہے بلکہ کاربن بھی علاحدہ ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ مٹی کو زرخیز بنانے اور چاولوں کی پیداواریت میں منظم تیزی لانے جیسے جدید طریقوں سے

وسائل کے استعمال کی اثر پذیری اور پیداواریت مزید بہتر ہوسکتی ہے۔

وسیع تر زرعی پالیسیوں کو ازسرنو ہم آہنگ بنانا

مملکت وسیع تر سطح پر موثر ترغیباتی نظام قائم کرکے کھیتوں کی سطح پر ان اقدامات پر عمل درآمد کرنے کے سلسلے میں سہولت بہم پہنچاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ ہندوستان میں زرعی بجلی اور کیمیاوی کھاد کے سلسلے میں سبسڈیوں کی وجہ سے گو یہ عالمی معیارات سے کم ہیں، عدم کارکردگیوں میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ اس کے لئے وسیع تر زرعی سبسڈی کی پالیسی اور خوراک کی حصولی کی پالیسیوں کو ازسرنو ہم آہنگ بنانے کی ضرورت ہے تاکہ زراعت میں وسائل کے استعمال کی اثر پذیری اور بچت کی ترغیب دی جائے۔ مثال کے طور پر پانی کی کفایت والی فصلوں اور اقسام کے لئے بہتر امدادی قیمت دینے سے انہیں اختیار کئے جانے کو فروغ حاصل ہوسکتا ہے جب کہ توانائی اور کیمیاوی کھاد کی رجعت پسندانہ سبسڈیوں کی بجائے آبپاشی کی موثر ٹکنالوجیوں کے لئے سبسڈیاں دینے سے غریب کسانوں کو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔

ایک محتاط تخمینے پر مبنی مجموعی طور سے آب و ہوا کے لحاظ سے سازگاران اقدامات کے نتیجے میں اس شعبے میں ایک چوتھائی اخراج کم ہوسکتا ہے جبکہ پیداواریت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ تہرے فوائد کے لئے ان مواقع کو ملتوی کرنا ناعاقبت اندیشی ہے۔ ہندوستان آب و ہوا کے بارے میں عالمی مذاکرات میں زرعی تخفیف کی شمولیت کی مزاحمت کرسکتا ہے لیکن یہ گھریلو سطح پر تخفیف کی ضرورت سے خاص طور سے اس صورت میں گریز نہیں کرسکتا ہے جب تصرف اور ترقی تخفیف کے اقدامات سے قریبی طور سے وابستہ ہوں اور ان پر انحصار کرتے ہوں۔ بہرحال ان حکمت عملیوں پر موثر طور سے عمل درآمد کرنے کے لئے پالیسیوں اور مفادات کو یکجا کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ لین دین کے اخراجات کو اندرونی بنایا جائے نیز سماجی قبولیت کو یقینی بنایا جائے۔ مزید برآں اس کے لئے کثیر سطحوں پر سہولت بہم پہنچانے والے کے طور پر مملکتی ایجنسیوں کی مداخلت کی ضرورت ہوگی۔

☆☆☆

یوجنا اب فیس بک پر بھی دستیاب ہے۔

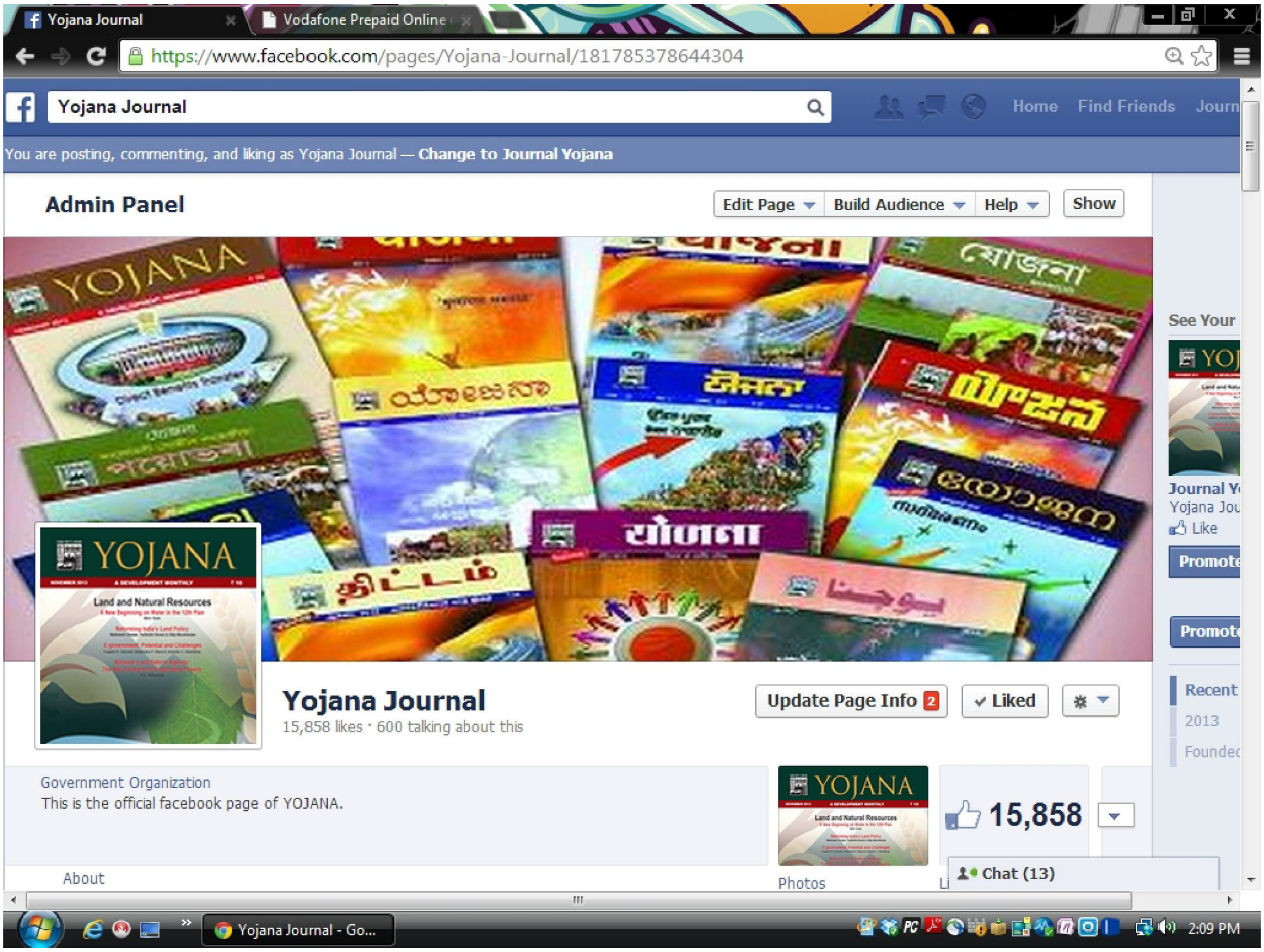

پارلیمنٹ سے صدر جمہوریہ کا خطاب

صدر جمہوریہ جناب پرنب مکھرجی نے کہا کہ 16ویں لوک سبھا کے انتخابات کے بعد پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اس پہلے اجلاس سے خطاب کرنا میرے لئے باعث مسرت ہے۔ اپنی بات شروع کرتے ہوئے میں ملک کے ان شہریوں کو مبارکباد دیتا ہوں، جنہوں نے بڑی تعداد میں حال ہی کے لوک سبھا انتخابات میں حصہ لیا۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہم انہیں کی وجہ سے یہاں ہیں۔ ان کی خدمت کرنا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہئے۔ میں نئی لوک سبھا کے ارکان کو بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ رائے دہندگان نے آپ کو کامیاب کیا ہے اور اب آپ ان کی امیدوں، توقعات اور خوابوں کے نمائندے ہیں۔ میں آپ سبھی کا خیر مقدم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اپنے زبردست لیجسلیٹیو ایجنڈے کے ساتھ یہ اجلاس تعمیری اور مفید ثابت ہوگا۔

2۔ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ حال کے عام انتخابات عام طور پر پرسکون اور پرامن رہے۔ کامیابی کے ساتھ انتخابات کے انعقاد کے لئے میں ہندوستان کے الیکشن کمیشن اور سرکاری مشینری کو مبارکباد دیتا ہوں۔ انتخابات میں ہندوستان کے عوام نے جس غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیا، وہ ہماری شاندار جمہوریت کی ترقی کی ایک علامت ہے۔ ہمارے سامنے جو ذمہ داریاں ہیں ان کا ذکر کرنے سے پہلے جن لوگوں نے انتخابی عمل کے دوران اپنی جانیں گنوائی ہیں، ان سبھی کے خاندان والوں سے میں کہنا چاہوں گا کہ ان کے غم میں میں برابر کا شریک ہوں۔

3۔ اتفاق رائے سے لوک سبھا اسپیکر کے عہدے پر منتخب ہونے کے لئے میں نئی لوک سبھا اسپیکر کو بھی مبارکباد دیتا ہوں۔ بار بار خاتون اسپیکروں کو منتخب کرکے لوک سبھا نے ہمارے سماج میں خواتین کی اہمیت کے ہمارے پرانے یقین کو پختہ کیا ہے۔

قابل احترام ارکان

4۔ یہ امید کا الیکشن رہا ہے۔ ہماری جمہوری سیاست کے ارتقاء کا یہ ایک موڑ ہے۔ اس بار لوگوں کی بڑھی ہوئی توقعات اور ان کو جمہوری طریقہ کار سے پورا کرنے کے بارے میں ان کے یقین کا اظہار 66.4 فیصد کی ریکارڈ ووٹنگ میں ہوتا ہے اور اس بات میں بھی کہ تقریباً 30 سال کے وقفے کے بعد کسی واحد سیاسی جماعت کو واضح اکثریت حاصل ہوئی ہے۔ ذات پات، مذہب اور علاقے کی حدوں کو توڑ کر رائے دہندگان نے فیصلہ کن طریقے سے اچھی حکمرانی کے ذریعہ ترقی کے حق میں ووٹ دیا ہے۔

5۔ ملک کو ایک مضبوط اور مستحکم حکومت کی ضرورت تھی، جو موٴثر قیادت فراہم کرا سکے۔ اس سال اپنی یوم جمہوریہ کی تقریر میں میں نے امید ظاہر کی تھی کہ گذشتہ برس زخمی متنازعہ سیاست کے بعد 2014 صحت مندی حاصل کرنے کا سال ہوگا۔ آج یہاں کھڑے ہو کر میں اپنے ملک کے شہریوں کی دانشمندی کی تعریف کرتا ہوں، جنہوں نے ایک ایسے ابھرتے ہوئے ہندوستان میں استحکام، ایمانداری اور ترقی کے لئے ووٹ دیا ہے، جس میں بدعنوانی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ انہوں نے ایک متحدہ، مضبوط اور جدید ہندوستان ''ایک بھارت شریشٹھ بھارت'' کے لئے ووٹ دیا ہے۔ میری حکومت اس عظیم ملک کے 125 کروڑ عوام کی شرکت کے ساتھ ان توقعات کو پورا کرنے کے لئے کام کرے گی۔

6۔ میری حکومت عوام کے اس منڈیٹ کو پورا کرنے کے لئے ماحول تیار کرنے کی پابند ہے۔ اس کے لئے میری حکومت کا اصول ہوگا ''سب کا ساتھ، سب کا وکاس''، جس کو آپ کی سرگرم حصے داری سے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ جمہوری اداروں کے اعتماد کو پھر قائم کرنے کے لئے ہم مل کر کام کریں گے۔ میری حکومت ''منی مم گورنمنٹ، میکسی مم گورنینس'' کے اصول پر کام کریگی۔ ہمارے تمام کاموں میں ہماری عظیم تہذیبی اقدار ہمارے لئے مشعل راہ ہوں گی۔

قابل احترام ارکان

7۔ میری حکومت غریبو کے لئے پابند عہد ہے۔ غریبی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ بھوک کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور مایوسی کی کوئی جیوگرافی نہیں ہوتی۔ ہمارے سامنے سب سے بڑا چیلنج ہندوستان سے غریبی کی لعنت کو ختم کرنا ہے۔ میری حکومت محض غریبی کم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرے گی، بلکہ وہ غریبی کو پوری طرح ختم کرنے کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے عہد بند ہے۔ اس پختہ یقین کے ساتھ کہ ترقی کا سب سے پہلے فائدہ غریب کو پہنچنا چاہئے۔ سرکار اپنی توجہ ان

لوگوں پر مرکوز کرے گی، جنہیں زندگی کی بنیادی ضرورتوں کی فوری طور پر ضرورت ہے۔ تمام شہریوں کو ہمدردی، مدد اور تفویض اختیارات کے ذریعہ تحفظ فراہم کرائے جانے کے ضروری اقدامات کئے جائیں گے۔

8۔ اشیائے خوردنی سے متعلق افراط زر کو قابو میں رکھنا میری حکومت کی اولین ترجیح ہوگی۔ مختلف زرعی پیداواروں، سپلائی کو بہتر بنانے پر زور دیا جائے گا۔ ذخیرہ اندوزی اور کالا بازادی کو روکنے کے لئے میری حکومت مؤثر اقدامات کرے گی۔ یہ عوامی نظام تقسیم کو بہتر بنائیگی۔ اس میں ریاستوں میں استعمال ہونے والے بہترین طریقہ کار کو شامل کرے گی۔ اس سال مانسون کے معمول کے مطابق نہ ہونے کے امکان کے بارے میں میری حکومت ہوشیار ہے اور اس سلسلے میں منصوبے تیار کئے جا رہے ہیں۔

9۔ ہماری آبادی کا دو تہائی سے زیادہ حصہ دیہی علاقوں میں رہتا ہے، اس کے باوجود ہم انہیں ضروری سہولتیں اور روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ میری حکومت بااختیار پنچایتی راج اداروں کے ذریعہ دیہی علاقوں میں زندگی کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے عہد بستہ ہے۔ سرمایہ کاری کا کافی حصہ بنیادی ڈھانچے یعنی سڑکوں، شیلٹر، بجلی اور پینے کے پانی کی سہولتوں کو بہتر بنانے پر صرف کیا جائے گا۔ میری حکومت دیہی علاقوں کی قدروں کو برقرار رکھتے ہوئے دیہی علاقوں کو شہری سہولتیں فراہم کرائے گی اور آر-اربن کے نظریے پر عمل کرتے ہوئے دیہی، شہری تقسیم کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی۔

10۔ زراعت ہمارے عوام کی اکثریت کے روزگار کا ذریعہ ہے۔ حال ہی میں ہمارے کسانوں کو بہت زیادہ تناؤ برداشت کرنا پڑا ہے۔ ناامیدی کے باعث کچھ کسانوں نے خودکشی بھی کی ہے۔ میری حکومت اس بدبختانہ رجحان کو بدلنے کی پابند ہے۔ یہ سرکاری اور نجی دونوں طرح کی زراعت اور خصوصی طور پر زرعی بنیادی ڈھانچے میں سرمایہ کاری میں اضافہ کرے گی۔ سائنسی طریقہ کار اور زرعی ٹیکنالوجی کے ذریعہ زراعت کو ایک نفع بخش کام بنانے کے لئے ءاقدامات کئے جائیں گے۔ میری حکومت زرعی پیداوار کی قیمتوں کا تعین اور حصولیابی، فصلوں کے بیمے اور فصل پکنے کے بعد کے انتظام سے متعلق مسائل کو حل کریگی۔ مویشی پروری کی پیداواری صلاحیت کو بڑھایا جائے گا۔ میری حکومت فوڈ پراسیسنگ صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ دشواریوں اور پیچیدگیوں کو دور کرنے کے لئے موجودہ کوآپریٹو سیکٹر کے قوانین پر نظر ثانی کی جاے گی۔ میری حکومت زمین کے استعمال کی ایک قومی پالیسی اختیار کرے گی، جس کے ذریعہ ناقابل زراعت زمین کی سائنسی طور پر شناخت کرنے اور اس کے کارگر استعمال کی سہولت مہیا کرائی جاے گی۔

11۔ پانی کی بوند-بوند قیمت ہے۔ میری حکومت پانی کے تحفظ کو اولیت دینے کے لئے عہد بند ہے۔ یہ عرصے سے التویٰ کے شکار سینچائی کے پروجیکٹوں کو ترجیحی بنیاد پر مکمل کرے گی اور ''ہر کھیت کو پانی'' کے اصول پر ''پردھان منتری کرشی سینچائی یوجنا شروع کرے گی۔ بار بار سیلاب اور سوکھے کے آنے سے بچاؤ کے لئے ہمارے آبی وسائل کے بہترین استعمال کو یقینی بنانے کے لئے جہاں کہیں ممکن ہوگا، دریاؤں کو جوڑنے سمیت تمام متبادلوں پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔'' جل سنچے اور جل سنچن کے ذریعہ بارش کے پانی کو جمع کر کے ہم پانی بچائیں گے اور زمین دوز پانی کو ریچارج کریں گے۔ فی بوند زیادہ فصل (پر ڈراپ مور کراپ) کو یقینی بنانے کے لئے مائیکرو سینچائی کو مقبول بنایا جائے گا۔

قابل احترام ارکان

12۔ ہندوستان کی تہذیب دنیا کی سب سے پرانی تہذیب ہے۔ آج یہ دنیا کا ایسا ملک بھی بن گیا ہے، جہاں نوجوانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ہمیں اس سرمائے کا فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے نوجوانوں کو مناسب تعلیم و تربیت دینی ہوگی اور مواقع فراہم کرانے ہوں گے۔ میری حکومت نوجوانوں کی ترقی کو نوجوانوں کی قیادت والی ترقی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ بڑے پیمانے پر اوپن آن لائن کورسیز اور ورچوئل کلاس رومز قائم کرے گی۔ یہ ایسی قومی تعلیمی پالیسی تیار کرے گی، جس کا مقصد ہمارے تعلیمی اداروں میں درپیش معیار، ریسرچ اور تجدید کی کمی کے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہم ہر ریاست میں آئی آئی ٹی اور آئی آئی ایم قائم کریں گے۔ اسکول ٹیچرز اور طلباء کو بااختیار بنانے کے لئے ایک قومی ای-لائبریری قائم کی جائے گی۔ ''ہر ہاتھ کو ہنر'' کے اصول کے تحت میری حکومت رسمی تعلیم اور ہنرمندی کی تربیت کے درمیان کی رکاوٹوں کو ختم کرے گی اور پیشے ورانہ اہلیت کو رسمی تعلیم کے برابر درجہ دینے کے لئے ایک طریقۂ کار تیار کرے گی۔ ہنر مند ہندوستان کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے میری حکومت ایک قومی ملٹی اسکل مشن بھی شروع کرے گی۔

13۔ ملک کے بچوں اور نوجوانوں کو تفریح کے ایسے ذرائع کی ضرورت ہے جو مثبت طریقے سے ان کی نشوونما کریں اور انہیں فٹ رکھیں۔ میری حکومت ایک نیشنل اسپورٹس ٹیلنٹ سرچ سسٹم شروع کرے گی۔ اس کے ذریعہ ہندوستانی کھیلوں، خصوصاً دیہی کھیلوں کی ترقی اور فروغ کے لئے سہولتیں مہیا کرائی جائیں گی۔ کھیلوں کو اسکول کے نصاب کے ایک ضروری حصے کے طور پر مقبول بنایا جائیگا اور تعلیمی ترغیبات فراہم کی جائیں گی۔

14۔ ہمارے ملک کو صحت کی دیکھ ریکھ کے ایسے جامع نظام کی ضرورت ہے، جو سبھی کی رسائی میں ہو، سستا اور مؤثر ہو، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میری حکومت ایک نئی صحت پالیسی تیار کرے گی اور ایک نیشنل ہیلتھ ایشیورنس مشن شروع کرے گی۔ یوگا اور آیوش کو یہ فروغ دے گی۔ صحت دیکھ ریکھ

سے متعلق پیشہ ورافراد کی کمی کو پورا کرنے کے لئے صحت سے متعلق تعلیم وتربیت فراہم کی جائے گی۔ مرحلے وار طریقے سے ہر ایک ریاست میں ایمس جیسے ادارے قائم کئے جائیں گے۔

15۔ بیت الخلاء کے بغیر مکانات کی رسوائی اور عام مقامات پر کوڑے کچرے کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ کوڑے کچرے کے انتظام اور ملک بھر میں صفائی ستھرائی کو یقینی بنانے کے لئے ایک سُوچھ بھارت مشن شروع کیا جائے گا۔ یہ مہاتما گاندھی کو ہماری جانب سے خراج عقیدت ہوگا، جن کا 150واں یوم پیدائش سال 2019 میں منایا جائے گا۔

16۔ درج فہرست ذاتوں، درج فہرست قبائل، دیگر پسماندہ طبقوں اور معاشرے کے کمزور طبقوں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر میری حکومت باصلاحیت بنانے کا ایسا نظام تیار کرنے کے لئے اقدامات کرے گی، جہاں تعلیم، صحت اور روزگار کے شعبوں میں برابر کے مواقع مل سکیں۔ یہ دیکھنے کے لئے میری حکومت پابند عہد ہے کہ درج فہرست ذاتوں اور دیگر پسماندہ طبقوں سے متعلق افراد ابھرتے ہوئے مواقع کا فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائیں۔ درج فہرست قبائل کے لئے میری حکومت انہیں کے لئے وقف ایک ون بندھو کلیان یوجنا شروع کرے گی۔ قبائلی گاؤں میں بجلی پہنچانا اور انہیں مضبوط سڑکوں سے جوڑنا بھی ہماری ترجیحات میں شامل ہے۔

17۔ یہ نہایت ہی افسوسناک امر ہے کہ آزادی کی کئی دہائیوں کے بعد بھی اقلیتی فرقوں کے کئی طبقے غربت کی مصیبت جھیل رہے ہیں، کیوں کہ حکومتی اسکیمیں ان تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں۔ ہماری حکومت تمام اقلیتوں کو ہندوستان کی ترقی میں برابر کا حصہ دار بنانے کے لئے پرعزم ہے۔ حکومت بطور خاص اقلیتی طبقوں کے مابین جدید اور تکنیکی تعلیم عام کرنے کے لئے مضبوط اقدامات کرے گی اور قومی مدرسہ جدید کاری پروگرام کی شروعات کی جائے گی۔

18۔ ذمہ دار سماج بنانے کے لئے معذور افراد کی بازآبادکاری و ویلفیئر، ہماری حکومت کے ویژن کا اٹوٹ حصہ ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی حصہ داری کو آسان بنا کر انہیں عزت فراہم کرنے کی سمت میں اقدامات کئے جائیں گے۔ ان کی خصوصی ضرورتوں کا پتہ لگا کر انہیں ادارہ جاتی دیکھ بھال فراہم کرنے کے لئے بھی اقدامات کئے جائیں گے۔

19۔ ہمارے ملک کی ترقی اور ہمارے سماج کو فروغ دینے میں ہماری خواتین جو اہم رول ادا کرتی ہیں، ہماری حکومت اس کا اعتراف کرتی ہے۔ پارلیمنٹ اور ریاستی قانون ساز اسمبلیوں میں انہیں 33 فیصد ریزرویشن فراہم کرنے کے لئے ہم پرعزم ہیں۔ ''بیٹی بچاؤ۔ بیٹی پڑھاؤ'' عزم کے ساتھ ہماری حکومت بیٹیوں کو بچانے اور انہیں تعلیم فراہم کرنے کے لئے ایک عوامی مہم چلائے گی۔ حکومت اسی سلسلے میں ایک جامع اسکیم تیار کرے گی اور ریاستوں سے اس سلسلے میں مثالی پیش قدمی کی جائے گی۔ ماضی قریب میں ملک نے خواتین کے خلاف تشدد کے چند واقعات کا مشاہدہ کیا ہے۔ حکومت جلد ہی ایک پالیسی بنائے گی، جس میں خواتین کے خلاف تشدد کے معاملے میں کسی بھی طرح کی رواداری نہیں برتی جائے گی۔

معزز ممبران۔

20۔ ہندوستان ایک وفاقی طرز حکومت ہے۔ البتہ گذشتہ برسوں میں وفاقی روح میں کمی آئی ہے۔ ریاستوں اور مرکز کو مربوط ٹیم انڈیا کی طرح کام کرنا چاہئے۔ ملکی مسائل اور ریاستوں سے سرگرمی کے ساتھ جڑے رہنے کے لئے ہماری حکومت نیشنل ڈیولپمنٹ کونسل اور بین ریاستی کونسل جیسے اداروں کو نئے سرے سے توانائی عطا کرے۔ ریاست پر مبنی ترقیاتی ماڈلوں کو فروغ دیا جائیگا اور اس سلسلے میں ساحلی، پہاڑی اور ریگستانی علاقوں کا خیال رکھا جائے گا۔ سماجی اور طبیعاتی انفراسٹرکچر کے معاملے میں ملک کے مشرقی علاقوں کو مغربی علاقوں کے طرز پر ترقی دینے کو خصوصی ترجیح دی جائے گی۔ ہماری حکومت آندھرا پردیش اور تلنگانہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے پرعزم ہے۔ ہماری حکومت بین علاقائی ارتباط اور شمال مشرق سمیت جموں وکشمیر کی سرحد کے انفراسٹرکچر کو فروغ دینے کے لئے خصوصی توجہ دے گی۔ شمال مشرقی علاقے میں دراندازی اور غیر قانونی مہاجرت کے مسئلہ کو ترجیحی بنیاد پر حل کیا جائے گا اور شمال مشرقی سرحد پر باڑھ لگانے کے متعلق کام کو پورا کیا جائیگا۔ کشمیری پنڈتوں کو ان کے آباء واجداد کے سرزمین پر پورے احترام، حفاظتی اور یقینی ذریعۂ معاش کے ساتھ واپس کرنے کے لئے خصوصی کاوشیں کی جائیں گی۔

21۔ ہماری حکومت صاف ستھری اور نتائج پر مبنی مؤثر انتظامیہ فراہم کرنے کے لئے پرعزم ہے۔ کرپشن کا خاتمہ کرنے کے لئے لوک پال بہت اہم ہے اور ہماری حکومت اس سلسلے میں آئین کے مطابق قانون بنانے کے لئے کوششیں کریگی۔ ہماری حکومت کام کرنے کی آزادی کا ماحول تیار کرے گی اور اختراعی آراء کا استقبال کرے گی۔ حکومت صاف ستھرا نظام بنانے اور حکومتی خدمات کو وقت کی تحدید کے ساتھ عوام تک پہنچانے کی کاوش کرے گی۔ حکومتی ریکارڈوں کے ڈیجیٹلائزیشن کا کام کیا جائیگا، تاکہ اسے آسانی کے ساتھ استعمال کیا جاسکے۔

22۔ ای- گورنینس بااختیار بناتی ہے۔ برابری لاتی ہے اور صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ عوام کی زندگی کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ہماری حکومت کے نئے طریقۂ کار کی روح ''ڈیجیٹل انڈیا'' ہوگا۔ اس کا استعمال حکومتی طریقۂ کار کا نئے سرے سے ڈھانچہ تیار کرکے کیا جائے گا، تاکہ عوام تک حکومتی خدمات کی رسائی اور پروگراموں کے نفاذ کو آسان بنایا جاسکے۔ اگلے پانچ سالوں میں اہم عوام مقامات

پر ہم وائی فائی زون فراہم کریں گے۔ ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے بچوں کو ایک تعلیم یافتہ سماج کے لئے تیار کیا جائے گا۔ قومی ای- گورننس کے پروگرام کو پھیلایا جائے گا، تاکہ اس کا دائرہ مرکز کی سرکاری آفس سے لے کر پنچایت تک پہنچے، تاکہ عوام کو بڑے پیمانے کی خدمات فراہم کی جائیں۔ سوشل میڈیا جیسی بڑھتی جارہی ٹیکنالوجی کا استعمال ''پروسیسیو گورننس'' کے لئے کیا جائے گا۔ پالیسی بنانے اور انتظامیہ پر ہر شخص اپنی رائے پیش کرسکے۔

23۔ ہماری حکومت ملک کو رشوت ستانی کی لعنت اور کالے دھن سے چھٹکارا دلانے کے لئے پرعزم ہے۔ اس سمت میں پہلے اقدام کے طور پر حکومت نے پہلے ہی ایس آئی ٹی کی تشکیل کی ہے، تاکہ وہ بیرون ملک محفوظ کی گئی دولت کا پردہ فاش کرسکے۔ یہ کام بیرونی حکومتوں کے تعاون واشتراک سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔

24۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اگر انصاف دینے میں تاخیر کرنا گویا انصاف نہ دینے کی طرح ہے۔ ہماری حکومت عدالت میں زیر التوا معاملات کو نپٹانے کے لئے مؤثر اقدامات کرے گی۔ یہ مرحلہ وار طریقے سے عدالتوں کی جدید کاری کرے گی، تاکہ اس کام کاج کی صلاحیت کو فروغ دیا جاسکے، اسی طرح فوجداری نظام کی اصلاح کی شروعات کی جائے گی، تاکہ انصاف دلانے کے مرحلے کو آسان، جلدی اور زیادہ مؤثر بنایا جاسکے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے عدالت میں خالی پڑی ساری اسامیوں کو بحال کی جائے گی اور مرحلہ وار طریقے سے ذیلی عدالتوں، عدالتی نظام میں عدالتوں اور ججوں کی تعداد دوگنی کی جائے گی۔ جھگڑوں کے نپٹارے کے لئے کوئی متبادل میکانزم کو فروغ دینے پر بھی حکومت خصوصی توجہ دے گی۔

معزز ممبران

25۔ اقتصادی محاذ پر ہم لوگ بڑے ہی مشکل مرحلے سے گذر رہے ہیں۔ لگاتار دو سالوں میں گھریلو مجموعی پیداوار (GDP) میں پانچ فیصد سے بھی کم کا اضافہ ہوا ہے۔ ٹیکس جمع کرنے میں کمی واقع ہوئی ہے۔ مہنگائی آسمان کو چھوتی جارہی ہے۔ اسی لئے ہندوستانی معیشت کو دوبارہ ٹریک پر واپس لانا ہماری ترجیح ہوگی۔ ہم لوگ ساتھ مل کر کام کریں گے، تاکہ ہم اپنی معیشت میں خاطر خواہ اضافہ کرسکیں، مہنگائی پر قابو پائیں، روزگار میں اضافہ کریں اور اپنی معیشت کے سلسلے میں ملکی و عالمی برادری کے بھروسے کو حاصل کرسکیں۔

26۔ ہماری حکومت ایک ایسا ماحول تیار کرے گی، جو صاف ستھرا اور شفاف ہوا۔ ہماری حکومت ریاستوں کے مسائل کو حل کرنے کے ساتھ ایس ٹی کو نافذ کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ ہماری حکومت ایف ڈی آئی سمیت سرمایہ کاری کو فروغ دینے والی پالیسی اختیار کرے گی اور اس کی ان شعبوں میں اجازت دی جائے گی، جو روزگار اور اثاثے میں معاون ثابت ہوں گے۔

27۔ مینوفیکچرنگ کے شعبے میں بڑے پیمانے پر روزگار پیدا کرنے کے لئے حکومت ''لیبر انٹینسیو مینو فیکچرنگ'' کو فروغ دے گی۔ سیاحت اور زراعت سے متعلق صنعتوں کو فروغ دے کر روزگار کے مواقع بڑھائے جائیں گے۔ ہماری حکومت امپلائمنٹ ایکسچینج کو کیریئر سینٹر میں تبدیل کریگی، تاکہ نوجوانوں کو روزگار کے مواقع سے شفاف اور مؤثر طور پر ٹیکنالوجی اور اسی طرح کونسلنگ وٹریننگ کے ذریعہ جوڑا جاسکے۔

28۔ ہم اپنے ملک کو عالمی معیار کے ایسے مینو فیکچرنگ ہب میں تبدیل کریں گے، جو مہارت اور تیز رفتاری سے ہم آہنگ ہو۔ اس سلسلے میں حکومت عالمی معیار کی سرمایہ کاری اور صنعتی علاقے بنائے گی۔ ہماری حکومت گھریلو صنعت کو فروغ دے گی۔ وہ بین الاقوامی سطح پر اشتراک کرے گی۔

29۔ عالمی تجارت میں ہماری حصہ داری کو مضبوط کرنے کے لئے ضابطوں کو آسان بنایا جائے گا ورتجارتی بنیادی ڈھانچوں کو مستحکم کیا جائے گا، تاکہ اس سے لین دین کے وقت اور قیمت میں کمی آئے۔ ایس ایس آئی اور دست کاری کے شعبے کو فروغ دیا جائیگا۔ انہیں اعلیٰ پیمانے کی ٹیکنالوجی، مارکیٹنگ اور سرمایہ کاری کی مدد دی جائے گی۔ اس شعبے کے ایکسپورٹس کی قوت کو بڑھایا جائے گا۔

معزز ممبران

30۔ مضبوط بنیادی ڈھانچے کی کمی ہندوستان کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ حکومت اعلیٰ بنیادی ڈھانچے اور ترقیاتی پروگرام شروع کرے گی، جسے اگلے دس سالوں میں نافذ کیا جائیگا۔ بنیادی ڈھانچوں کے ایجنڈے میں ریلوے کی جدید کاری سرفہرست ہے۔ ہماری حکومت تیز رفتار ٹرینوں کے لئے ڈائمنڈ کواڈری لیٹرل پروجیکٹ شروع کرے گی۔ حکومت زراعتی پیداواروں کے نقل وحمل کے لئے خصوصی ایگری ریل نیٹ ورک تیار کرے گی۔

31۔ حکومت ایک جامع قومی توانائی پالیسی پر عمل کرے گی اور توانائی سے متعلق انفراسٹرکچر، انسانی وسائل اور ٹیکنالوجی کی ترقی پر اپنی توجہ مرکوز رکھے گی۔ حکومت کا مقصد کنوینشنل اور نان کنوینشنل ذرائع کو اپنا کر بجلی کی پیداواری صلاحیت میں واضح طور پر اضافہ کرنا ہے۔ اس سے قومی شمسی توانائی مشن کی توسیع کرنے میں مدد ملے گی۔ اور عام گھروں کے ساتھ صنعتوں کو گیس گرڈ سے بھی جوڑنے میں آسانی ہوگی۔ کوئلہ کے سیکٹر میں اصلاحات لائی جائیں گی تاکہ فوری طور پر پرائیویٹ سرمایہ کاری کو شفافیت کے ساتھ آنے میں لبھایا جاسکے۔ بین الاقوامی سول نیوکلیئر معاہدہ کو عمل میں لایا جائے گا اور شہری ضرورتوں اور مقاصد کیلئے نیوکلیئر پاور پروجیکٹ کو فروغ دیا جائے گا۔

32۔ حکومت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ

ہمارا شہری انفراسٹرکچر سخت مشکلات سے دوچار ہے۔ جلد ہی ہماری آبادی کا پچاس فیصد حصہ شہری علاقوں میں رہائش پذیر ہوگا۔ شہر کاری کو چیلنج کے بجائے مواقع کے طور پر لینا ہوگا۔ حکومت عالمی معیار کی سہولیات اور خصوصی آلات سے آراستہ سو نئے شہروں کی تعمیر کرے گی۔ ماڈل شہروں میں صفائی ستھرائی اور نظافت پر مرکوز کر کے ایک مربوط انفراسٹرکچر تیار کیا جائے گا۔ ہمارا ملک جب آزادی کے پچھتر سال پورے ہونے کا جشن منائے گا اس وقت تک ملک میں ہر ایک خاندان کے پاس پینے کا پانی، بیت الخلاء کی سہولت اور چوبیس گھنٹے بجلی سپلائی کے ساتھ ایک چھت والا گھر ہوگا۔

معزز اراکین پارلیمنٹ

33۔ ملک کو معاشی ترقی کے اعلیٰ راستوں پر گامزن کر کے حکومت منصوبہ بندی مرکز پر پابندی کے ساتھ قائم رہے گی۔ میری حکومت کا اس بات پر سختی سے یقین ہے کہ ماحولیاتی تحفظ اور ترقی ایک ساتھ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر چل سکتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ماحولیات اور جنگلات صفائی نظام کو زیادہ قابل پیشین گوئی، شفاف اور وقت کا پابند بنایا جائے گا۔ اسی کے ساتھ دوبارہ جنگلات لگانے اور بے گھر ہوئے قبیلوں کی باز آبادکاری کیلئے ایک موثر نظام بنایا جائے گا، صاف ستھرے ایندھنوں کو فروغ دیا جائے گا تاکہ ہمارے شہروں میں آلودگی کی سطح میں کمی لائی جاسکے۔ حکومت موسم اور آب وہوا کی تبدیلی سے درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے مناسب تدابیر اختیار کرے گی اور اس بارے میں عالمی برادری کے ساتھ مل جل کر کام کرے گی۔ ہمالیائی ماحولیات کا تحفظ میری حکومت کی اولیت اور کلیدی کاموں میں سے ہوگا۔ حکومت کی جانب سے ''ہمالیہ پر قومی مشن'' جلد ہی شروع کیا جائے گا۔

34۔ حالیہ برسوں میں ہمارے بیش قیمت معدنی ذخائر اور قدرتی وسائل کو ٹھیکے پر دینے میں غیر منصفانہ طریقہ کار اپنایا گیا تھا۔ حکومت کلیدی قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر مثلاً کوئلہ، معدنیات اور اسپیکٹرم کے ٹھیکے دینے میں زیادہ واضح اور شفاف پالیسیاں اپنائے گی۔

35۔ دریائے گنگا ہمارے قیمتی قومی وراثت کا حصہ نیز عقیدہ اور اعتماد کا نشان اور کروڑوں افراد کیلئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم گنگا ندی بدستور آلودہ ہے۔ اس کا سبب مختلف چھوٹی چھوٹی ندیوں کا گرمی کے موسم میں خشک ہوجانا ہے۔ میری حکومت ایک صاف ستھرے اور پاکیزہ دریائے گنگا کیلئے یقینی طور سے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

36۔ ہمارے بیش قیمت تہذیبی وثقافتی ورثے کی بنیاد پر ہی ملک کے اندر کثرت میں وحدت قائم ہے۔ ہندوستانی زبانوں میں ہمارا قیمتی ادب، تاریخ، تہذیب، آرٹ اور دیگر بیش قیمت چیزوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ میری حکومت ''ای بھاشا'' کے نام سے ایک قومی مشن جاری کرے گی۔ جس کے ذریعہ مشرقی علوم کے ذخائر کو ڈیجیٹل کرنے میں مدد ملے گی اور ہمارے کلاسیکی ادب کو مختلف زبانوں میں ترجمہ اور منتقل کرنے میں آسانی ہوگی۔ میری حکومت قومی وراثت کے حامل تمام عورتوں کو تزئین کاری اور دیکھ ریکھ کیلئے تمام مطلوبہ وسائل مہیا کرائے گی۔

37۔ ہندوستان کے اندر سیاحت کے بیشمار امکانات ہیں۔ سیاحت ہمارے سماجی اور معاشی ترقی کی راہ میں خصوصی رول ادا کرسکتی ہے۔ حکومت ایک مشن کے طور پر پچاس سیاحتی مقامات تعمیر کرے گی۔ یہ تمام سیاحتی مقامات خاص خاص موضوع پر بنائے جائیں گے۔ عقیدت مندوں کی سیاحت اور مذہبی زائرین کو بڑھاوا دینے کے مقصد سے تمام مذاہب کے مقدس مقامات میں سہولیات اور انفراسٹرکچر بہتر بنانے اور خوبصورت بنانے کیلئے ایک قومی مشن شروع کیا جائے گا۔

38۔ زندگی کے معیار کو بہتر بنانے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے مرکزی کردار کو میری حکومت تسلیم کرتی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں نجی سیکٹر کے سرمایہ کاروں کی ہمت افزائی ہوگی۔ ان میں مقامی اور غیر ملکی سرمایہ کاری دونوں شامل ہیں۔ اختراع اور ایجاد کو فروغ دینے کے لئے اعلیٰ تحقیق کیلئے بھی نجی سرمایہ کاری کرنے والے آگے بڑھیں گے۔ میری حکومت نینو ٹیکنالوجی، میٹرئل سائنسز، تھوریم ٹیکنالوجی، دماغ سے متعلق تحقیق اور اسٹیم سیل جیسے شعبوں میں عالمی معیار کے تحقیقی مراکز قائم کرے گی۔ حکومت انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی فار رورل ڈیولپمنٹ اور ایک سنٹرل یونیورسٹی آف ہمالین اسٹڈیز بھی قائم کرے گی۔

معزز اراکین

39۔ حکومت اندرون ملک داخلی سکیورٹی شعبے میں کڑی نگرانی رکھے گی۔ دہشت گردی شدت پسندی، فرقہ وارانہ فساد اور جرائم کو بالکل برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس کے تئیں زیرو ٹولیرینس پالیسی اپنائی جائے گی۔ ریاستوں کو پولیس انفراسٹرکچر اور دہشت گردی کی نئی شکلوں بشمول نارکو دہشت گردی اور سائبر تھریٹس پر قابو پانے کیلئے مدد فراہم کرائی جائے گی۔ فرقہ وارانہ تشدد اور بائیں بازوں کی شدت پسندی سے پیدا شدہ خطرات سے موثر طور سے نمٹنے کیلئے حکومت ریاستی حکومتوں سے صلاح ومشورہ کر کے ایک قومی منصوبہ بنائے گی۔ میری حکومت سکیورٹی افواج کو جدید تر ٹیکنالوجی سے لیس کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرے گی۔ اسی کے ساتھ سکیورٹی افواج کے کام کاج کے طور طریقوں اور ان کے حالات کو بھی بہتر بنائے گی۔

40۔ میری حکومت دفاعی شعبوں اور آلات میں اصلاحات لائے گی تاکہ ان کی قابلیت اور معیشت میں اضافہ ہوسکے۔ اس سے مقامی صنعت کو بھی فروغ ملے گا۔ نجی سیکٹر بھی فیضیاب ہوگا۔ دفاعی آلات میں پیداوار اور ڈیزائن میں ان کا بڑا رول ہوگا۔ ٹیکنالوجی ٹرانسفر بشمول دفاعی ساز وسامان کے پیداوار میں آزادانہ غیر ملکی سرمایہ کاری کو استحکام دینے کیلئے حکومت پالیسیاں وضع کرے گی۔ ہنر یافتہ انسانی وسائل کی موجودگی کے ساتھ ہندوستان دفاعی مینوفیکچرنگ کے شعبے میں بشمول سافٹ ویئر عالمی سطح پر ایک پلیٹ فارم کی حیثیت سے ابھر سکتا ہے۔ اس

سے ہمارا دفاع مضبوط ہوگا ساتھ ہی صنعتی ترقی کے ساتھ برآمدات میں بھی اضافہ ہوگا۔

41۔ملک کو اپنی مسلح افواج پر فخر ہے۔ مسلح افواج پیشہ ورانہ طریقے سے اور پوری دلجمعی کے ساتھ ملک کو اپنی خدمات دیتی ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی حفاظت کے ساتھ قدرتی آفات اور حادثات کی صورت میں بچاؤ آپریشن نیز ریلیف اور باز آبادکاری کے کاموں میں بھی قوم اور ملک کو تعاون دیتی ہے۔ ہم اپنی مسلح افواج کو جدید آلات سے لیس کر کے انھیں مضبوط بنائیں گے۔ اسی طرح مسلح افواج میں افرادی قوت کی کمی کو بھی ختم کریں گے۔ ساحلی سکیورٹی کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے میری حکومت ایک نیشنل ماریٹائم اتھارٹی یعنی قومی بحری اتھارٹی تشکیل دے گی۔

42۔ میری حکومت بہادر اور بے غرض فوجیوں کے قرضوں کو اتارنے کے لئے ہر اقدام کرے گی۔ حکومت ان کی شکایات کے ازالہ کے لئے ایک ماہرین کمیشن بھی تشکیل دے گی تاکہ وہ اس بات کو بخوبی جان سکیں کہ ہم ان کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد بھی ان کا خیال رکھنا نہیں چھوڑتے ہیں۔ حکومت فوجیوں کے اعزاز میں ایک نیشنل وار میموریل بھی تعمیر کرے گی۔ ایک رینک، ایک پنشن اسکیم کو لاگو کیا جائے گا۔

قابل احترام ارکان

43۔اپنی تہذیبی بنیادوں اور وراثت کے ساتھ ہندوستان کی خارجہ پالیسی تمام ممالک کے ساتھ پر امن اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کے اصولوں پر مبنی ہوگی۔ ہم روشن خیال قومی مفاد کی بنیاد پر اپنے بین الاقوامی تعلقات کو اہمیت دیں گے۔ اپنے اقدار اور مفاد کی طاقت کو یکجا کرتے ہوئے باہمی مفاد کے تعلقات کے اصول پر کاربند ہوں گے۔ میری حکومت ایک مضبوط، خود کفیل اور خود اعتمادی سے پر ہندوستان کی تعمیر اور دیگر ممالک کے درمیان اسے ایک جائز مقام دلانے کیلئے پابند عہد ہے۔

44۔ 26 مئی کو نئی وزارتی کونسل کی حلف برداری کی تقریب میں تمام جنوبی ایشیا کے پڑوسی ممالک کے لیڈروں کو مدعو کر کے آزاد ہندوستان میں پہلی بار میری سرکار نے جنوبی ایشیا خطے اور دنیا کو ایک منفرد اور واضح اشارہ دیا ہے۔ اتنی کم مدت میں دعوت قبول کرنے کیلئے ہم ان کے ممنون ہیں۔ حلف برداری کے موقع پر ان کی شرکت اور ماریشس کے وزیر اعظم کی موجودگی سے نہ صرف اس تقریب کے وقار میں اضافہ ہوا بلکہ یہ اس خطے میں جمہوریت کا ایک جشن اور ہماری مشترکہ امیدوں اور توقعات کا ملاپ بھی تھا۔ اس سے پر امن، مستحکم اور اقتصادی طور پر ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے والے پڑوسیوں کے نظریئے پر عمل کرنے کے لئے جو کہ جنوب ایشیائی خطے کی مجموعی ترقی اور خوشحالی کیلئے ضروری ہے، کام کرنے کے میری حکومت کے عزم کا اظہار ہوتا ہے۔

45۔ساتھ ہی ہم دو طرفہ سطح پر ایسے معاملات کو اٹھانے سے بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ جو ہمارے لئے باعث تشویش ہیں۔ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خطے میں استحکام کی بنیاد پر ہی ہمارے مستقبل کی خوشحالی کا انحصار ہے، جس کے لئے سکیورٹی سے متعلق تشویش کے بارے میں حساس ہونے اور پڑوسی ممالک میں دہشت گردی پہنچانے سے روکنے کی ضرورت ہے۔

46۔میری حکومت چین سمیت اپنے خطے کے پڑوسیوں کے ساتھ سرگرم تعلقات کو فروغ دے گی۔ چین کے ساتھ ہم اپنی اسٹریٹیجک اور تعاون کرنے کی شراکت داری کو مزید فروغ دینے کے لئے کام کریں گے۔ جاپان کے ساتھ چلائے جانے والے کئی اقدامات، خصوصاً اپنے ملک میں جدید بنیادی ڈھانچہ تیار کرنے کے شعبے میں ترقی کیلئے ہم کوشش کریں گے۔ روس ہمارے لئے ایک اہم اور اسٹریٹیجک پارٹنر رہے گا اور میری حکومت ان تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر مزید فروغ دے گی۔

47۔ ہندوستان اور امریکہ نے گذشتہ برسوں میں اسٹریٹیجک پارٹنر شپ کے فروغ کیلئے اہم پیشرفت کی ہے۔ میری حکومت تجارت، سرمایہ کاری، سائنس اور ٹیکنالوجی، توانائی اور تعلیم سمیت سبھی شعبوں میں تعلقات کو فروغ دے گی۔ ہندوستان، یوروپ کے تعاون کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

48۔سافٹ ویئر کی ہماری صلاحیت کا پورا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے کہ ہم دوسرے ممالک کے ساتھ تبادلے کو بڑھاوا دیں۔ اور اپنی مالا مال روحانی ثقافتی اور فلسفیانہ وراثت پر زور دیں۔ حکومت اپنی پانچ ٹی کی طاقت پر برانڈ انڈیا کو آگے بڑھائے گی، جن میں ٹریڈیشن، ٹیلنٹ، ٹورزم، ٹریڈ اور ٹیکنالوجی شامل ہیں۔

49۔ پوری دنیا میں ماہر، جواں عزم اور ہندنژاد صنعت کار موجود ہیں جو ہمارے لئے بڑے فخر وعزت کی بات ہے۔ مختلف میدانوں میں انھوں نے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہوئے ہیں اور ہندوستان میں موجود اپنے گھرانوں اور علاقوں کی مدد کے لئے بڑی محنت کی ہے۔ وہ وطن سے دور رہ کر بھی اپنے مادر وطن کو نہیں بھولے ہیں۔ ایک سو سال قبل، 1915 میں ہندوستان کے سب سے بڑے پرواسی بھارتیہ مہاتما گاندھی ملک واپس ہوئے تھے اور ملک کی قسمت بدل دی۔ اگلا پرواسی بھارتیہ جو 2015 میں ہونے جارہا ہے وہ اس طرح خاص موقع ہوگا۔ جس کے ہم گاندھی جی کی ہندوستان واپسی کا صد سالہ جشن منائیں گے ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہم اسے ہندوستان کی ترقی سے جوڑیں اور اس عظیم الشان پروگرام کو ملک کی ترقی اس مشن میں شامل کریں۔

معزز ممبران

ہندوستان کے عوام نے واضح اکثریت دی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ شاندار، عظیم اور خوشحال ہندوستان دیکھیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ابھرتا ہوا ایسا عظیم ہندوستان دیکھیں جو بین الاقوامی برادری کے احترام وتحسین کو نئے سرے سے حاصل کرے۔ امید اور توقعات کے ساتھ وہ نتائج دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب سے 60 مہینوں میں ہم فخر اور بھروسے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اسے پورا کرلیا ہے۔

☆☆☆

مسافت میں اضافہ

کرنے کے لئے آٹو انجن میں ترمیم

سب سنکرا منڈل

(سب سنکر منڈل جن کی عمر 37 سال ہے' کوکرا جھار میں ایک میکینک ہیں۔انہوں نے ایندھن کی مکمل افروختگی کے لئے اندر آنے والی ہوا کو پہلے سے گرم کرنے کا عمل شروع کر کے آٹو انجن میں ترمیم کی ہے۔اس کے نتیجے میں مسافت میں کافی اضافہ ہوا ہے)

سب سنکر جنہیں پیار سے 'نارائن' کہا جاتا ہے' غیر معمولی طور سے قابل میکنیک ہیں۔ بنیادی طور سے ان کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے۔ان کا خاندان تقسیم وطن سے کئی سال پہلے ادھر منتقل ہو گیا تھا۔ان کے دادا بڑھئی تھے لیکن ان کے والد نے موسیقی کے آلات کی مرمت کرنے کا کام اختیار کیا تھا۔ ان کا کنبہ ان کے والدین' دو بڑے بھائیوں اور ایک چھوٹی بہن پر مشتمل ہے۔ان کا کنبہ برہما کماریوں کے فرقہ کا سرگرم پیروکار ہے اور انتہائی مذہبی ہے۔ان کے گھر کے احاطہ میں اردھناریشور کا ایک مندر ہے جہاں ان کے والد ہر صبح رسمی طور سے دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ان کے ھر میں مراقبہ کرنے کا ایک بڑا کمرہ بھی ہے جہاں ان کے آس پڑوس کے دیگر عقیدت مند ہر صبح اور ہر شام پوجا کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

بچپن سے ہی سب سنکر کو پڑھنے اور تخلیقی ماڈل بنانے دونوں میں ہی کافی دلچسپی تھی۔ ہوا سے چلنے والا پہیہ' موٹر سائیکل وغیرہ جیسے مختلف ماڈل بنا کر وہ سائنس کی نمائشوں میں شرکت کرتے تھے اور انعامات جیتتے تھے۔ لیکن گھر کے خراب مالی حالات کی وجہ سے وہ دسویں کلاس میں آگے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکے۔ تاہم انہوں نے سائنس ماڈلوں کے سلسلے میں کام کرنا جاری رکھا نیز بجلی کے تاروں کے کام' پانی کے نظام کے کام سمیت ورکشاپوں میں پھٹکل کام کئے۔ بعد میں انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ خود اپنی ورکشاپ شروع کی جس میں انہوں نے شروع میں مرمت کے کچھ چھوٹے کام کئے۔س عرصے میں انہوں نے ماڈل بنانے کا سلسلہ جاری رکھا جن کی نمائش 'بوڈو ساہتیہ سبھا کی نمائش' کرشی وبھاگ پردرشنی وغیرہ میں کی گئی تھی۔اک نمائش میں ہٹاچی کرین کے ان کے ماڈل سے ایک انجینئر اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ اس نے انہیں آندھرا پردیش میں گیمون کی سائٹس پر ایک کام کی پیش کش کی تھی لیکن انہوں نے وہ کام قبول نہیں کیا تھا کیوں کہ وہ سائٹ ان کے گھر سے بہت دور تھی لیکن اب وہ کوکرا جھار سے باہر کام کرنے کا موقع تلاش کرر ہے تھے۔ ماڈلوں اور میکنس میں اپنی دلچسپی کے علاوہ سب سنکر میں تخلیقی صلاحیت بھی ہے۔ وہ ہارمونیم بجانے اور گانا گانے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ڈسکوری چینل دیکھنا ان کی ایک اور پسندیدہ سرگرمی ہے۔

ابتدا

بچپن سے ہی سب سنکر ایک ایسی بائیک بنانا چاہتے تھے جو کم سے کم ایندھن اور دیکھ بھال سے زیادہ سے زیادہ چل سکے۔انہوں نے 1990 کی دہائی کی آخر میں اس طرح کی بائیک بنانے کے سلسلے میں کافی محنت کی لیکن اس

کی کارکردگی موجودہ بائیکوں کی کارکردگی کے برابر بھی نہیں ہو پائی تھی جس سے انہیں کافی مایوسی ہوئی تھی۔ یہ محض بے حد شوق، جوش اور شدید جذبہ ہی تھا جس کی وجہ سے انہیں اس کام کی دھن لگی ہوئی تھی گو کافی تکنیکی معلومات کی کمی ان کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ تجربات بہت دفعہ متلون رہتے تھے اور بعض اوقات انہیں ہر ایک کام دوبارہ سے کرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے ایسے گیرجوں میں جانا شروع کیا جہاں توڑ کر بیکار کردی گئی بائیکیں ملتی ہوں۔ گیرجوں میں بائیکوں کے انجنوں کے چالو ماڈلوں کو غور سے دیکھتے ہوئے انہوں نے ان خامیوں کا پتہ لگایا جس سے کارکردگی کم ہوجاتی ہے۔ تبدیلیوں کے بہت سے دور کے بعد وہ والو کے نظام اور حرارتی چیمبر میں تبدیل کرسکے تھے جس کے نتیجے میں مسافت بڑھ کر تقریباً 65 کلومیٹر فی لیٹر ہوگئی تھی۔ جب وہ انجن پر کام کررہے تھے تو انہیں معلوم ہوا کہ پہلے سے گرمائے گئے ایندھن سے بہتر افروختگی حاصل ہوتی ہے۔

ایک دن انہوں نے دو اسٹروک والے انجنوں کو مرحلہ وار ختم کئے جانے کے بارے میں خبر پڑھی۔ انہیں ایک ٹیلی ویژن شو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آٹو رکشا ٹرانسپورٹ کا سب سے زیادہ کفایتی ذریعہ ہیں۔ اس طرح سے آٹو رکشا میں اپنا تیار کردہ نظام لگانے کا خیال ان کے ذہن میں آیا تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں کئی مہینے تک مسلسل کام کیا اور متعدد آزمائشیں کیں۔ بالآخروہ مطلوبہ تبدیلیاں کرنے میں کامیاب ہوگئے اور مسافت میں تقریباً 30 فی صد اضافہ حاصل کرسکے۔ یہ آٹو رکشا گزشتہ تین برسوں سے موثر طور سے چل رہا ہے۔ مزید برآں آٹو رکشا کا ضرب لگانے والا مسئلہ بھی حل کرلیا گیا ہے۔

اپنی زندگی اور کام کے بارے میں اظہار خیالات کرتے ہوئے سب سنکر نے بتایا ''بعض اوقات میں نے خاص طور سے اس وقت اپنے آپ کو مجبور اور بے بس محسوس کیا تھا جب مجھے کٹائی وغیرہ کرنے کے لئے لیتھ مشین یا اوزاروں کی ضرورت تھی لیکن میں ان کا انتظام نہیں کرسکا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو محروم اور شکست خوردہ محسوس کیا تھا اور کام کرنا بند کردیا تھا لیکن میرے اندر کے جذبہ نے مجھے دوبارہ کام شروع کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اب بھی بعض اوقات ایک مایوس کن خیال آتا ہے کہ اتنی محنت کرنے کے بعد بھی میں زندگی میں زیادہ کچھ حاصل نہیں کرسکا ہوں''۔

انہیں اس بات سے تسلی ہے کہ ہر ایک فیصلے میں ان کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ ان کے بہت سے دوست نہیں ہیں کیوں کہ ان کا یہ ماننا ہے کہ لوگوں کا صحیح طور سے تعلق اس بات یا کام سے نہیں ہے جو وہ سوچتے یا کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے آپ میں مگن رہنا پسند کرتے ہیں۔ اپنے کنبے کے علاوہ وہ آئی آئی ٹی گوہاٹی میں واقع نیشنل انوویشن فاؤنڈیشن، انڈیا (این آئی ایف) کے آسام سیل کی مدد کی بھی تعریف کرتے ہیں۔

ترمیم شدہ آٹو انجن

یہ اختراع ایک آٹو رکشا کے انجن کو یکجا کرنے کے سلسلے میں ایک ترمیم ہے۔ اس ترمیم کردہ نظام میں کھینچی گئی گیس کے ایک حصے کا استعمال اندر آنے والی ہوا کو گرم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جبکہ بقیہ حصہ کا استعمال انجن میں داخل ہونے والے پہلے ہوا اور ایندھن دونوں پر مشتمل مرکب کو گرم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ یہ ایندھن کی مکمل افروختگی کو یقینی بنانے کے لئے کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ایندھن کی زیادہ کارکردگی حاصل ہوتی ہے۔

کھینچی گئی گیس سے حرارت کا استعمال حرارت کا تبادلہ کرنے والے ایک آلے سے جو کہ سائیلنسر پائپ کے ساتھ سطح سے جڑا ہوا ہوتا ہے، اندر لی گئی ہوا کو گرم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ کھینچی گئی کچھ گیس کاربوریٹر کے حصے میں بھیجی جاتی ہے جس کا استعمال ہوا اور ایندھن کے مرکب کو گرم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کام میں حرارت کا تبادلہ کرنے والے ایک اور آلے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلنڈر کے والو میں بھی کئی طرح کی ترمیم کی گئی ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ہوا اور ایندھن کا مرکب سلنڈر سے باہر نہ جائے۔

اس نظام کا استعمال کرنے سے ایندھن کی بہتر افروختگی کی وجہ سے ماحول میں کم نقصان دہ آلودگی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کھینچی گئی گیس کا درجہ حرارت کم ہوتا ہے جس سے یہ بات یقینی ہوتی ہے کہ حرارت ماحول میں

منتشر نہ ہو۔ اس نظام کی جانچ اور آزمائشی آئی آئی ٹی گوہاٹی میں کی گئی تھی جس نے بتایا ہے کہ دیگر روایتی انجنوں کے مقابلے میں اس نظام کا استعمال کرنے سے ایندھن کی کارکردگی میں 35 فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا تھا کہ اندر آنے والی ہوا نیز کھینچی گئی گیس کا استعمال کرکے ہونے والے چارج دونوں کو پہلے سے گرمانا ایک نیا نظریہ ہے جو تین پہیوں والی دیگر گاڑیوں کے لئے بھی ممکن ہے۔ این آئی ایف کی مدد سے ایک بہتر ابتدائی نمونہ بھی تیار کیا جاتا ہے نیز آئی آئی ٹی گوہاٹی کے ماہرین کے ذریعہ اس کی مزید جانچ اور آزمائش کی جارہی ہے۔

پیشگی فنی تلاش سے مختصر عرصہ کے لئے اندر لی گئی ہوا کو پہلے سے ہی گرم کرنے کے طریقوں کا پتہ چلا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نظام سے پہلے سے گرم کرنے کی دو سطحوں کی صلاحیت کا پتہ نہیں چلا ہے نیز دستیاب متبادلات صرف سپر چارجنگ اور ٹربو چارجنگ ہیں جن میں کھینچے گئے دباؤ کو زیادہ اندر لینے کی اجازت ہے تاکہ وہ بہتر افروختگی کے لئے افروختگی کے چیمبر میں داخل ہوسکے لہٰذا اس نظام کے انوکھے پن کو ملحوظ رکھتے ہوئے این آئی ایف نے سب سنکر منڈل کے نام میں پیٹنٹ داخل کیا ہے۔

اس وقت سب سنکر منڈل خود اپنے آٹو رکشا میں اس نظام کو استعمال کر رہے ہیں اور اس کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ این آئی ایف نے ممبئی اور لکھنؤ ٹاٹا موٹرس کے لئے منڈل کے دورے کے سلسلے میں سہولت بہم پہنچائی تھی۔ جہاں انہوں نے اپنے نظریے کی وضاحت کی تھی۔ این آئی ایف نے اصلی اور ابتدائی نمونے کی تیاری کے لئے انہیں مالی مدد دی تھی جس کے بعد آزمائش اور جانچ کے لئے آئی آئی ٹی گوہاٹی میں سہولت بھی بہم پہنچائی تھی۔

پیش بینی

بچپن سے ہی سب سنکر نے کسی اچھی آٹو موبائل کمپنی کے ریسرچ محکمے میں کام کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ اپنی تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کی مجبوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے وہ آٹو موبائل شعبے میں کام کرنے کے خواہاں ہیں۔ اس وقت وہ ایک اسپورٹس کار تیار کر رہے ہیں نیز چار اسٹروک والے پرانے ماروتی انجن کی ایندھن کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سب سنکر منڈل دیگر ساتھی اختراع کاروں کے لئے انتہائی سبق آموز ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اختراع کار کچھ نیا کرنے کے لئے بڑے جوش وخروش کے ساتھ سخت محنت کرسکتے ہیں لیکن بعض 100 فی صد کوششوں سے بھی نتائج برآمد نہیں ہوسکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا ختم ہوگی ہے۔ ہمیں کوشش اور جدوجہد کرتے رہنا چاہئے نیز آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ ایسے بہت سے دیگر کام اور فرائض ہیں جو انجام دیئے جانے ہیں۔

☆☆☆

سب کیلئے صحت: قومی صحت مشن کے تحت مفت دوا پالیسی کو کارگر بنایا جائے گا: وزیر صحت

☆ مرکزی وزیر صحت اور خاندانی بہبود ڈاکٹر ہرش وردھن نے ملک بھر میں تمام سطحوں کے سرکاری صحت اداروں میں جنیرک دواؤں کی تقسیم کے نظام کو کارگر بنانے کے لئے کہا ہے۔ مفت دواؤں کے پروگرام کو باقاعدہ طور پر لانچ کرنے کے لئے ریاستی حکومتوں کے ساتھ تمام لوجسٹکس تفصیلات جس میں دواؤں کی حصولیابی اور تقسیم شامل ہیں پر مشورہ کیا جائے گا۔ قومی صحت مشن (این ایچ ایم) کے دو ذیلی مشن۔ قومی دیہی صحت مشن (این آر ایچ ایم) اور قومی شہری صحت مشن (این یو ایچ ایم) اس پروگرام کے نفاذ کے لئے آلۂ کار ثابت ہوں گے۔ اس بات کی باقاعدہ وضاحت مرکزی کابینہ نے مئی 2013 میں کردی تھی۔ وزیر موصوف نے بتایا کہ تاہم آج کی تاریخ تک اس کا نفاذ کچھ بڑے شہروں کے اسپتالوں تک ہی محدود ہے، کیوں کہ دواؤں کی حصولیابی اور تقسیم کے لئے بنیادی ڈھانچہ ابھی دستیاب نہیں ہے۔ وزیر صحت نے وزارت صحت کے افسران کے ساتھ میٹنگ کرکے قومی صحت مشن کا جائزہ لیا تھا۔ انہوں نے مستقبل قریب میں سینٹرل کونسل آف ہیلتھ (سی سی ایچ) کے فریم ورک کے تحت ریاستوں کے وزرائے صحت کی ایک میٹنگ بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن نے 12 ویں منصوبے (2012-17) کے دوران مفت جنیرک دواؤں کے پروگرام کے لئے 28,560 کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ لگایا تھا اور اس کے لئے پہلا مالی تعاون 2012-13 کے دوران مختص کیا گیا، جب کہ اس رقم میں 75 فیصد تعاون مرکز کے ذریعہ اور 25 فی صد تعاون ریاستی حکومتوں کے ذریعہ فراہم کیا جائے گا۔ اس پروگرام کے اختتام تک لازمی دواؤں کی قومی فہرست کے تحت 348 دوائیں 1.6 لاکھ ذیلی مراکز سے 23,000 بنیادی پرائمری صحت مراکز، 5000 کمیونٹی صحت مراکز اور 640 ضلع اسپتالوں کو مفت تقسیم کے لئے فراہم کی جائیں گی۔ ریاستوں سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ اپنی مقامی ضرورت کے مطابق لازمی دواؤں کی فہرست میں مزید دوائیں شامل کریں۔ این ایچ ایم کو پوری طرح سے ای۔ حکمرانی سے جوڑا جائیگا تاکہ کسی بھی قسم کی کوتاہی اور بدعنوانی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ڈاکٹر ہرش وردھن نے کہا کہ غرباء اور درمیانہ درجے کے خاندانوں کو ان کے کسی اہل خانہ کے بیمار پڑنے پر درپیش ناامیدی اب ماضی کی بات ہوگی۔ ڈاکٹر ہرش وردھن نے کہا، مالی وسائل کوئی مسئلہ نہیں ہیں۔ اب تک جس چیز کی کمی ہے وہ ہے متحرک انسانی وسائل، پہیئے میں ہر تیلی کی اپنی اہمیت ہے اور اس بات کو ہمیں ثابت کرنا ہے۔

☆☆☆

جنوبی ہند کی طرز تعمیر کا نادر نمونہ

برہم دیشور مندر

تامل ناڈو کے شہر تھنجاوور میں واقع برہم دیشور مندر دنیا کا پہلا ایسا مندر ہے جسے مکمل طور سے گرینائٹ سے تعمیر کیا گیا ہے۔ برہم دیشور مندر بہترین تعمیری فنکاری اور جاہ وجلال کی بہترین مثال ہے جو وقت کی آزمائشوں پر کھرا اترتا رہا ہے اس کے زبردست مرکزی گنبد ہر خاص وعام کے لئے انتہائی پرکشش ہیں۔ اس مندر کو یونسکو کے ذریعہ عالمی وراثت قرار دیا جا چکا ہے۔

یہ مندر اپنے سرپرست فرماں رواں راجا چولا اوّل کے بہترین عقیدت کے ساتھ ان کے زبردست اقتدار کی طاقت کے روشن مظہر ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مندر چولہ سلطنت کے دور کے نادر تمل طرز تعمیر کی بہترین مثال ہے۔

اس مندر کو سمراٹ راجہ چولا اوّل نے بنوایا تھا اور اس کی تعمیر 1016 میں مکمل ہوئی تھی اور 2010 میں اس کی تعمیر کو مکمل ہوئے 1000 برس ہو گئے یعنی 2010 میں اس نادر تاریخی مندر کی عمر 1000 برس ہو گئی۔ اس مندر کو اپنی منفرد طرز تعمیر کے سبب دنیا بھر میں زبردست شہرت حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مندر ایک لاکھ پچاس ہزار ٹن گرینائٹ پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ گرینائٹ پتھر اس ریاست کے گرد ونواح میں نہیں پایا جاتا ہے۔ یہ بات اب تک نہیں معلوم ہو سکی کہ اتنی بڑی مقدار میں گرینائٹ کہاں سے تھنجاوور لایا گیا تھا۔ کیونکہ اس مندر کے چاروں طرف 100-100 کلومیٹر تک گرینائٹ پتھر کی کان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس لئے مندر کی تعمیر کئے

جانے کے قیام تک اتنی بڑی مقدار میں گرینائٹ پتھر لائے جانے کے لئے یقیناً بار برداری کے زبردست انتظامات کی ضرورت پڑی ہوگی۔ علاوہ ازیں گرینائٹ کی دستیابی جس قدر دشوار ہے اسی طرح اس میں سے مجسمہ تراش کرنا بھی کم دشوار گزار نہیں ہے۔ اس کے باوجود چولا شہنشاہ کی خواہش تھی کہ اس مندر کو جدید ترین طرز تعمیر سے مزین کیا جائے۔

تھنجاوور کا ''پیریا کوویل'' (بڑا مندر) اس انتہائی مضبوط اور محفوظ فصیل میں واقع ہے جو غالباً 16 ویں صدی میں تعمیر کی گئی ہوگی۔ اس کا برج والا مندر (ومان) 216 فٹ یعنی 66 میٹر اونچا ہے۔ یہ مندر دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا بلند ترین مندر ہے۔ اس کے بالائی حصے پر نصب گول یا دائرہ نما کنبھم (کلش یا چکھاریہ) کو پتھر کی صرف ایک چٹان سے تراش کر بنایا گیا ہے اور اس کا وزن تقریباً 80 ٹن ہے۔ علاوہ ازیں مندر میں داخلے کے دروازے پر مندر کی (مقدس بیل) کا ایک بڑا مجسمہ نصب کیا گیا ہے جسے ایک ہی چٹان سے تراش کر بنایا گیا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً 16 فٹ اور اونچائی 13 فٹ ہے۔

کوریزروبینک آف انڈیا نے ایک ہزار روپے کی قدر کا ایک نوٹ جاری کیا تھا جس میں برہم دیشور مندر کے مجموعی نظارے کی تصویر شائع کی گئی تھی جس سے اس مندر کی ثقافتی وتہذیبی اہمیت اور وراثتی قدر وقیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اب یہ نوٹ نادر تاریخی اشیاء جمع کرنے والے لوگوں میں ازحد مقبول ہیں۔

حکومت ہند نے ملینیم تقریبات کے موقع پر 1000 روپئے کی مالیت کا ایک سکہ جاری کیا ہے جس کا وزن

تقریباً 35 گرام ہے اور جسے 80 فیصد چاندی اور 20 فیصد تانبے سے بنایا گیا ہے اس سکے کے سیدھے رخ پر ہندی میں ''ستیہ میو جیتے'' کی تحریر کے ساتھ شیر کی تصویر کندہ کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس پر ہندی اور انگریزی میں ملک کا نام اور سکے کی مالیت بھی کندہ کی گئی ہے۔ اس سکے کی پشت پر راجہ چولا اوّل کی تصویر کندہ ہے جس میں چولا مہاراج ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس پر ہندی اور انگریزی میں ایک تحریر کندہ کی گئی ہے جس میں اس مندر کی تعمیر کے بعد 1000 سال مکمل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

برہم دیشور مندر پیرو ودیار کوول تھنجائی کی پیریا کوول راجہ راجیشورم اور راجیشور مندر کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یہ ایک ہندو مندر ہے جسے بھگوان شیو کی نذر کیا گیا ہے۔ یہاں ہر ماہ اس طاقتور ستارے کے طلوع ہونے کے موقع پر ستا بھیشم کو ایک تیوہار کے طور پر منایا جاتا ہے کیونکہ یہی وہ ستارہ ہے جو راجہ کی پیدائش کے موقع پر طلوع ہوا تھا۔ علاوہ ازیں کارتک کے مہینے میں کرتیکا کے عنوان سے ایک دوسرا تیوہار بھی منایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیساکھ (مئی) کے مہینے میں منایا جانے والا تیوہار 9 روز تک جاری رہتا ہے جس کے دوران راجہ راجیشور میں ایک ڈرامہ بھی دکھایا جاتا ہے۔

> **اس مندر کی دیواروں پر گیلے پلاسٹر سے ثقافتی عکاسی کی گئی ہے جس میں بھگوان شیو کو تانڈو رقص کرتے ہوئے دانووں کے قلعوں کو تباہ کرتے ہوئے اور ایسے عقیدت مند کو سورگ لے جانے کے لئے ایک شعبد ہاتھی کو بھیجتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے ان 16 نایک فن پاروں کو محفوظ کرنے کے لئے دنیا بھر میں پہلی بار de-stucco کی تکنیک کا استعمال کیا ہے جو اس ایک ہزار برس قدیم مندر کی دیواروں پر گیلے پلاسٹر سے کندہ کی گئی تھیں۔**

اس مندر کی دیواروں پر گیلے پلاسٹر سے ثقافتی عکاسی کی گئی ہے جس میں بھگوان شیو کو تانڈو رقص کرتے ہوئے دانووں کے قلعوں کو تباہ کرتے ہوئے اور ایسے عقیدت مند کو سورگ لے جانے کے لئے ایک شعبد ہاتھی کو بھیجتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے ان 16 نایک فن پاروں کو محفوظ کرنے کے لئے دنیا بھر میں پہلی بار de-stucco کی تکنیک کا استعمال کیا ہے جو اس ایک ہزار برس قدیم مندر کی دیواروں پر گیلے پلاسٹر سے کندہ کی گئی تھیں۔ اس مندر کی ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ اس مندر میں داخلے کے دروازے پر تعمیر کئے گئے برج گوپورم کا سایہ بھی زمین پر نہیں پڑتا۔

دنیا کے بلند ترین برجوں کے ساتھ ایک لاکھ 30 ہزار ٹن گرینائٹ سے تعمیر کیا جانے والا برہم دیشور مندر یونیسکو کی عالمی وراثت ہی نہیں ہے بلکہ جنوبی ہند کی طرز تعمیر کی فنکاری کے ایک نادر شاہکار کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ ☆

آجکل (اردو) / یوجنا (اردو)

کی سالانہ خریداری وایجنسی

پٹنہ، کولکاتا، ممبئی، حیدرآباد، لکھنؤ، بنگلور، احمد آباد، گوہاٹی، چنئی، تروانت پورم کے شائقین ادب

آجکل (اردو) / یوجنا (اردو) اور پبلی کیشنز ڈویژن کی اردو مطبوعات

کے لیے درج ذیل فروخت مراکز پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

☆701، سی ونگ، کیندریہ سدن، بیلا پور، نوی **ممبئی**۔14(27570686) ☆8، ایسپلینیڈ ایسٹ، **کولکاتا**۔69(22488030) ☆ اے ونگ، راجہ جی بھون، بسنت نگر، **چنئی**۔90(24917673) ☆ پریس روڈ، نزد گورنمنٹ پریس، **تروانت پورم**۔1(2330650) ☆ بلاک نمبر 4، فرسٹ فلور، گروکلپ کمپلیکس ایم جی روڈ، نامپلی، **حیدرآباد**۔1(24605383) ☆ فرسٹ فلور، ایف ونگ، کیندریہ سدن، کورامنگلا، **بنگلور**۔34(25537244) ☆ بہار اسٹیٹ کوآپریٹو بینک بلڈنگ، اشوک راج پتھ، **پٹنہ**۔4(2301823) ☆ ہال نمبر 1، سیکنڈ فلور، کیندریہ بھون، سیکٹر H، علی گنج، **لکھنؤ**۔24(2325455) ☆ امبیکا کمپلیکس، فرسٹ فلور، پالدی، **احمد آباد**۔7(26588669) ☆ کے کے بی روڈ، نیو کالونی، چینی کوٹھی، **گوہاٹی**۔3(2665090)

پارتھیو کمار

انتخابی اصلاحات سے سیاسی سدھار ہوگا

ہمیں آئین کے دائرہ میں رہ کر ہی اصلاحات کی کوشش کرنی ہے۔ ہندوستان کا آئین بنانے والے رہنماؤں نے اس میں اصلاح کی گنجائش رکھی ہے اور آج اس گنجائش بروئے کار لانا بے حد ضروری ہے۔

مضمون نگار ہندی کے صحافی ہیں۔

آخر کار سولہویں لوک سبھا انتخابات کے لئے اب تک کی سب سے طویل عرصہ تک چلنے والی انتخابی مہم ختم ہوگئی اور نئی حکومت تشکیل پا چکی ہے۔ اسی کے ساتھ اب یہ توقع کی جانی چاہئے کہ ایک دوسرے پر الزام تراشی رک جائے گی۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ حالیہ انتخابات تلخیوں کی ساری حدود پار کر گئے۔ اگرچہ چناؤ کے دوران کچھ لوگ اسے جائز قرار دیں لیکن اچھی جمہوریت کے لئے یہ نیک فال نہیں۔

حالیہ عام انتخابات کئی اعتبار سے نہ صرف اہمیت کے حامل رہے بلکہ اس سے کئی نئے پہلو اجاگر ہوئے۔ ان انتخابات نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہندوستانی جمہوریت کے آگے بڑھنے کا عمل پوری رفتار جاری ہے اور یہ ترقی پذیر ہے۔ اس بار انتخابات میں ووٹروں کی ریکارڈ تعداد نے حصہ لیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کا جمہوریت میں اعتماد بڑھ رہا ہے اور لوگ اپنی مشکلات کا حل اپنے ووٹوں سے کرنے کے خواہش مند ہیں۔

جمہوریت کو استحکام فراہم کرنے میں الیکشن کمیشن اہم رول نبھاتا ہے۔ حال ہی میں اختتام پذیر عام انتخابات میں الیکشن کمیشن نے انتخابی عمل میں ووٹنگ اور ووٹ شماری پر تو بہت حد تک قابو پالیا ہے لیکن بھونڈی اور منفی انتخابی تشہیر، انتخابات میں کالے دھن کے بے دریغ استعمال، بے ایمانی اور بدعنوانی پر مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب معاشی طور پر خوش حال اور بڑے تاجر امیدواروں کا غلبہ بڑھتا جا رہا ہے۔ کروڑ پتی اور ارب پتی افراد لگاتار نہ صرف انتخابات میں ٹکٹ حاصل کر رہے ہیں بلکہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں بھی ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریبوں اور ان کے مسائل کی سمجھ رکھنے والے لوگ کم ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں انتخابی کمیشن نے باقاعدہ اور عمدہ طرز پر انتخابات کرانے کے لئے پوری دنیا سے داد و تحسین وصول کی لیکن کچھ کمیوں اور نقص کا ازالہ ابھی بھی باقی ہے۔ جمہوریت میں ووٹنگ سنٹروں پر قبضہ روکنے کے علاوہ بھی الیکشن کمیشن کو بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک میں انتخابی اصلاحات کے لئے نہ صرف انتخابی اصلاح کی حاجت ہے بلکہ الیکشن کمیشن کو بغیر کسی سیاسی دباؤ کے کام کرنے کا اختیار دینے کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہے۔

انتخابی سیاست میں ووٹوں کی تعداد سب سے زیادہ اہم تصور کی جاتی ہے۔ اسی کو پیش نظر رکھ کر سیاست داں ووٹ بینک کی سیاست کرتے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں کے چناؤ کے دوران دیکھا گیا ہے کہ سیاسی پارٹیاں اور لیڈران ووٹ بینک کی چاہ میں تمام اصولوں اور اقدار کو بالائے طاق رکھ کر منمانی کرتے ہیں۔ جمہوریت کو مضبوط بنانے کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ الیکشن کمیشن اور عدالت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جائے۔ آج الیکشن

کمیشن صرف انتخابات کا انتظام کرنے والا ایک ادارہ بن کررہ گیا ہے جس کا مقصد پر امن اور منصفانہ انتخابات کرانا ہوتا ہے۔الیکشن کمیشن کے خودمختار ادارہ ہونے کے باوجود اس میں اس قوت اور طاقت کا فقدان ہے کیوں کہ انتخابات کے دوران ہونے والی گڑبڑی اور بدعنوانی کے خلاف وہ اپنی طرف سے کوئی کارگر اقدامات نہیں کرسکتا۔ عدلیہ بھی انتخابی اصلاح کی سمیت میں زیادہ کچھ نہیں کرسکتی۔اس کی بھی کچھ حدیں ہیں‘ لہٰذا الیکشن کمیشن کو زیادہ اختیارات تفویض کرکے اس سمت میں اقدامات کرنے چاہئیں۔

ہندوستان اس قدر وسیع و عریض اور مختلف جغرافیائی حیثیت کا حامل ملک ہے۔یہاں بیک وقت چناؤ کرانا بہت مشکل ہے۔پہاڑ‘ ندی‘ ریگستان‘ جنگلات‘ موسم اور دیگر نوعیت کے مسائل الیکشن کمیشن کے سامنے ہوتے ہیں۔

معروف انتخابی ماہر مسٹر سبھاش کشیپ نے بھی گزشتہ دنوں بھوپال میں ہونے والے ایک پروگرام میں کہا تھا کہ بلاشبہ گزشتہ پندرہ لوک سبھا انتخابات اور سینکڑوں اسمبلی چناؤ کی کامیابی ہندوستانی جمہوریت کی بہت بڑی کامیابی ہے لیکن انتخابی عمل میں اب بھی کافی اصلاحات کی گنجائش ہے۔لوک سبھا کے سابق سکریٹری مسٹر جی کے جین کا خیال ہے کہ اس کام کو مشن کے طور پر آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔وہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جرائم پسند عناصر اور ملزمین کو انتخابات میں حصہ لینے اور پارلیمنٹ اور اسمبلیوں تک پہنچنے سے کیسے روکا جائے۔ علاوہ ازیں مسلسل مہنگے ہورہے چناؤ سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ انتخابات میں پانی کی طرح پیسہ بہانے پر بھی بندش لگنی چاہئے۔ ایک اندازہ کے مطابق 2004 کے عام انتخابات میں 1300 کروڑ روپے خرچ ہوئے‘ 2009 میں 2100 کروڑ روپے اور 2014 میں 3500 کروڑ روپے صرف ہوئے۔ یہ تخمینے الیکشن کمیشن کی طرف سے جاری کئے گئے ہیں۔

اس مرتبہ انتخابات میں 81 کروڑ ووٹروں میں سے 51 کروڑ سے زیادہ نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا جو قابل فخر بات ہے لیکن ساتھ ہی ایسے کئی مسائل بھی ابھرے جو باقی دنیا کے لئے بے معنی تو ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے لئے بے حد ضروری ہیں۔انتخابات میں سیاسی پارٹیوں کی جانب سے خرچ کردہ رقومات‘ انتخابات کو فرقہ اور ذات پات سے جوڑنا‘ لیڈروں کی ایک دوسرے پر الزام تراشی اس بات کی مظہر ہے کہ ہماری سیاست اور سماج تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے اور اس میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ ہر بار انتخابات جس قدر ہماری کامیابیوں کو ظاہر کرتے ہیں‘ اتنی ہی کمیوں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔اسی لئے وقت کا تقاضا ہے کہ اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور اس کا قابل قبول حل تلاش کیا جائے۔

الیکشن کمیشن کو مستحکم بنانے کے لئے اسے ایسے اختیارات سے لیس کیا جانا چاہئے جس سے وہ سیاسی پارٹیوں کے غلط رویے پر انگشت نمائی کے ساتھ ساتھ اس پر لگام کس سکے۔ الیکشن کمیشن کا کام صرف منصفانہ انتخابات کرانا ہی نہیں بلکہ وہ نگراں اور مصلح بھی کا رول بھی ادا کرے۔وہ صرف انتخابات کے وقت ہی نہیں بلکہ ماقبل اور مابعد انتخابات عوام سے راست ربط رکھے۔ساتھ ہی الیکشن کمیشن کو عدلیہ کی طرح ہی تحفظ فراہم ہونا بہت ضروری ہے۔

سیاسی پارٹیاں انتخابات کے وقت محض اپنا انتخابی منشور جاری کرتی ہیں۔ان پارٹیوں کو چناؤ سے پہلے امیدواروں کے بارے میں پوری تفصیلات عوام تک پہنچانی چاہئیں۔منتخب ممبر پارلیمنٹ اور ارکان اسمبلی کے کاموں کو ہر سال عوام کے علم میں لانا چاہئے۔انتخابات میں کھڑے ہونے کے لئے کم از کم تعلیمی لیاقت طے کی جانی چاہئے۔سیاست دانوں کی سبکدوشی کی بھی میعاد مقرر کی جانی چاہئے۔ذات‘ مذہب‘ مسلک‘ فرقہ‘ زبان اور ان کی بنیاد پر ووٹ مانگنے والوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے اور ان کی بنیاد پر ووٹ مانگنے والے امیدواروں کو مسترد کرنا چاہئے۔

انتخابات کے وقت شراب کی فروخت پر بھی پابندی عائد کردینی چاہئے۔ووٹنگ سسٹم میں اصلاح کی جائے۔ کئی لوگ اپنے کام کے سلسلے میں اپنے شہر سے باہر رہتے ہیں‘ ان کے لئے بھی ووٹ دینے کا انتظام کیا جانا چاہئے۔ ووٹنگ کو لازمی قرار دینا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرسکیں اور اچھے نمائندے منتخب ہوکر آئیں۔اگر اسمبلی اور لوک سبھا

انتخابات ساتھ ساتھ کرائے جائیں تو اس سے چناؤ پر ہونے والے اضافی بوجھ اور وقت دونوں سے نجات مل سکتی ہے۔ چناؤ کے لئے مثالی ضابطہ اخلاق پر مزید سختی کے ساتھ عمل درآمد کرنا چاہئے تاکہ کسی بھی غلط طریقہ کا استعمال نہ ہو۔ اس کے لئے الیکشن کمیشن کو سنگین مسائل پر سخت رخ اختیار کرنا چاہئے۔

ملک کی خوش حالی میں ہر ایک ووٹ کی اہمیت ہے۔ کوئی بھی ووٹر اپنے حق رائے دہی سے محروم نہ ہو، اس کے لئے ہمیں ضروری اصلاحات کرنی ہوں گی۔ حالاں کہ الیکٹرانک ووٹنگ مشین کی آمد کے بعد ووٹنگ اور کاؤنٹنگ کا عمل آسان ہوگیا ہے لیکن اس میں سب کی حصہ داری کو یقینی بنانا ضروری ہے۔

لوگوں میں بیداری پیدا کرکے ووٹوں کو خریدنے کی طاقت کا بے جا استعمال روکا جاسکتا ہے، بصورت دیگر جمہوریت کو نقصان پہنچے گا۔ اسی وجہ سے کاروباری دنیا نے ملک کی پارلیمانی سیاست کو اثر انداز کرنے کا کام کیا ہے اور ملک میں انتخابی قوانین اس پر قدغن نہیں لگا سکے۔ اگر ملک میں جمہوریت کو مضبوط بنانا ہے تو انتخابات میں پیسے کی برتری کو ختم کرنا ضروری ہے۔

حالاں کہ الیکشن کمیشن کا کہنا ہے کہ اس نے لیڈروں پر کارروائیاں کی ہیں لیکن اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں پر بھی الیکشن کمیشن کا کوئی خوف دکھائی دیا ہو ایسا بھی نظر نہیں آتا۔ انتخابات کے دوران انتخابی ضابطہ اخلاق کی صریح خلاف ورزی کے کئی معاملات روشنی میں آئے۔ اگر حالات اسی نہج پر بتدریج آگے بڑھتے رہے تو مثالی ضابطہ اخلاق محض دکھاوے کی چیز بن کر رہ جائے گا۔ بہرحال ہر مرتبہ انتخابات ایک سبق کی مانند ہمارے سامنے ہوتے ہیں جن کچھ سیکھ کر ہی ہم جمہوریت کی بنیادوں کو مضبوط کرسکتے ہیں۔

ہمیں آئین کے دائرہ میں رہ کر ہی اصلاحات کی کوشش کرنی ہے۔ ہندوستان کا آئین بنانے والے رہنماؤں نے اس میں اصلاح کی گنجائش رکھی ہے اور آج اس گنجائش بروئے کار لانا بے حد ضروری ہے۔

☆☆☆

کامرس اور تجارت کی وزارت کا ٹویٹر ہینڈل لانچ

☆ شفاف اور ذمہ دار حکومت کو یقینی بنانے کی مہم کی تصدیق کرتے ہوئے کامرس اور صنعت کی وزیر مملکت (آزادانہ چارج) محترمہ نرملا سیتارمن نے حکومت ہند کی کامرس اور صنعت کی وزارت کا سرکاری ٹویٹر ہینڈل CimGoi@ لانچ کیا ہے۔

محترمہ نرملا سیتارمن نے کہا کہ ''عوام کے ساتھ براہ راست جڑنے کی حکومت کے عہد کی تائید کرتے ہوئے ہم ٹیکنالوجی کا استعمال کریں گے۔ میں اس ہینڈل کے ذریعہ اپنی وزارت کے ذریعہ اٹھائے گئے اقدامات اور پروگراموں کے بارے میں بات کروں گی'' انہوں نے مزید کہا کہ وزارت کا یہ ٹویٹر ہینڈل لوگوں کو اہم تبدیلیوں اور فروغ کے بارے میں مطلع کرے گا۔

ریلوے کی آمدنی میں اضافہ

☆ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ریلوے کی مجموعی آمدنی 24272.45 کروڑ روپے ہوگئی، جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 22445.29 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح اس مدت کے دوران ریلوے کی آمدنی میں 8.14 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران بار برداری سے ریلوے کو ہونے والی مجموعی آمدنی 16563.57 کروڑ روپے ہوگئی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 15661.15 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح ریلوے کو مال ڈھلائی سے ہونے والی آمدنی میں 5.67 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ریلوے کو مسافر کرائے سے مجموعی آمدنی 6693.47 کروڑ روپے رہی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 5803 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح ریلوے کو مسافر کرائے سے ہونے والی آمدنی میں 15.34 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ اسی طرح کوچنگ اور دیگر ذرائع سے ریلوے کو یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ہونے والی مجموعی آمدنی 675.33 کروڑ روپے رہی جب کہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران یہ آمدنی 657.17 کروڑ روپے تھی اس طرح ریلوے کو کوچنگ اور دیگر ذرائع سے ہونے والی آمدنی میں 2.76 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران 1377.82 ملین مسافروں نے ریلوں میں سفر کیا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 1396.03 ملین مسافروں نے ریلوں میں سفر کیا تھا۔ دوسری طرف ریلوے کے نیم شہری اور غیر شہری سیکٹروں میں یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران 709 ملین اور 668.41 ملین مسافروں نے بکنگ کرائی اور سفر کیا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران ان سیکٹروں میں علی الترتیب 726.10 ملین اور 669.93 ملین مسافروں نے سفر کیا۔

محمد فوزان

جمہوریت، انتخابی اصلاحات

اور ووٹروں کی ذمہ داری

جمہوریت سے مراد وہ نظام حکومت ہے جس میں عوام اقتدار میں حصہ دار ہوں اور جس میں حکومت عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کے ذریعہ چلائی جاتی ہو۔

انتخابی اصلاحات کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا گیا۔ ہندوستان کا دنیا میں سب سے بڑے پارلیمانی جمہوری نظام چلانے والے ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے عام انتخابات بھی بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے ہیں اور کئی مراحل میں یہ عمل اختتام پذیر ہوتا ہے اور کروڑوں رائے دہندگان اپنے حق رائے کا استعمال کرتے ہیں۔

دنیا بھر میں جہاں بھی کامیاب جمہوریت ہے وہاں درجنوں جماعتیں اور ہزاروں اقسام کے امیدوار انتخابات میں کھڑے نہیں ہوتے بلکہ دو یا تین جماعتیں انتخابی میدان میں ہوتی ہیں۔ اسی لیے وہاں کسی ایک جماعت کی حکومت قائم ہوتی ہے اور اپنا وقت پورا کرتی ہے۔ اس لئے اگر ہم انتخابی اصلاحات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کریں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان جماعتوں کے ماضی کے کردار کا جائزہ لیں، ان کے منشور کا جائزہ لیں اور جس جماعت کو سب سے بہتر سمجھیں اسکو اپنی فہرست میں پہلے مقام پر رکھیں اسی طرح پھر دوسری اور تیسرے نمبر پر آنے والی جماعتوں کو ترجیح دیں۔ یہ فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ کون سی جماعت بہترین خارجہ پالیسی رکھتی ہے، ملک کو چلانے کے لیے کیا بہتر نظام حکومت ہوسکتا ہے اور عوامی مسائل کے حل کے ضمن میں اس کے مشاہدات اور تجاویز کیا ہیں؟ کیونکہ ووٹ ہمیشہ عوامی، فلاحی، معاشرتی، سماجی، پالیسی کی حامل سیاسی پارٹی کے امیدواروں کو دینا چاہیے۔

اگر آپ کے معیار کے مطابق کوئی شخص ووٹ حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے تو ووٹ نہ ڈال کر جعلی ووٹنگ کے مواقع بڑھانے کے بجائے اس جماعت یا امیدوار کے خلاف ووٹ ڈالیں جس کے بھاری اکثریت سے کامیاب ہونے کا امکانات ہوں یعنی ووٹ دوسرے نمبر پر مضبوط امیدوار کو ڈالیں، جن حلقوں میں مقابلہ زیادہ ہوتا ہے اور امیدوار کم ووٹوں سے جیت جاتے ہیں وہاں تمام سیاسی پارٹیاں اپنے حلقے کے ووٹر کا دل جیتنے کی کوشش کرتی ہیں کہ ایسا کرنے سے آیندہ وہ بھی کامیاب ہوسکتی ہیں۔ اس سے آپ کا ووٹ ضائع نہیں ہوگا بلکہ ایک طرف اچھے لوگوں کو حوصلہ ملے گا اور وہ آئندہ بھی میدان میں اتریں گے۔ اس طرح آہستہ آہستہ بہتری آئے گی۔ صرف یہی سوچیں کہ آپ کے ملک کے لئے کیا بہتر ہے۔ سوچ سمجھ کر اچھے امیدوار منتخب کریں تاکہ ملک میں تبدیلی آئے اور ملک بہتری کی جانب گامزن ہو۔

انتخابات ہماری جمہوریت کا سب سے بہترین حصہ ہیں کیونکہ اس طرح ہم اپنے رہنماؤں کی کارکردگی کو پرکھنے کے قابل ہوتے ہیں، اور اس کے مطابق تبدیلی بھی لا سکتے ہیں۔ آج نوجوان طبقہ کی متحرک قیادت کی طرف نظر ہے۔ وہ روایتی سیاست سے بھی تنگ آچکے ہیں۔ اس سے قبل ملک کا باشعور اور دانشور طبقہ بھی بار بار اس طرف توجہ دلاتا رہا ہے کہ موجودہ الیکشن کے نظام سے عوام کی رغبت کم ہورہی ہے۔ لیکن اس مرتبہ 18" اور 35 سال کے درمیان کی عمر کے نوجوان رائے دہندگان کی سوچ میں ایک غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ نوجوان سیاسی میدان میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں اور قوم کے سیاسی امور کے بارے میں علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، جو ملک کی ترقی کے لئے ایک اچھی علامت ہے۔

دنیا کی تمام سیاسی پارٹیاں الیکشن کے میدان میں اُترنے سے پہلے اپنا منشور عوام کے سامنے رکھتی ہیں جس میں پارٹی کا آئندہ کا پروگرام اور سوچ کا خاکہ موجود ہوتا ہے اور تمام پارٹیاں کامیابی کے بعد ملک میں موجود تمام قوانین اور پالیسیوں کو اپنے منشور کے مطابق تشکیل دیتی ہیں۔ سیاسی جماعتیں ہر الیکشن میں اپنا منشور تو جاری کرتی ہیں مگر اس کی کاپی عوام کے صرف چند ہزار افراد تک دستیاب ہوتی ہے اکثر امیدوار بھی منشور سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوتے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ اپنے علاقے کے امیدواروں سے ان کی جماعت کا منشور طلب کریں پھر اس کا مطالعہ کریں اور تمام سیاسی جماعتوں کے منشور کا تجزیہ کرنے کے بعد جس کی پالیسیاں ملک کے مفاد میں ہو اس پارٹی کے امیدوار کو ووٹ دیں تاکہ ان کی پارٹی کامیاب ہونے کے بعد ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس لیے ہم کو چاہیے کہ انتخابات میں اپنے ووٹ کا استعمال ملک کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے کریں اور ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

ملک میں عام انتخابات کے انعقاد کیلئے دوسری

محمد فوزان، 1036، راجن اسٹریٹ، فراش خانہ، دہلی۔6

تیاریوں کے ساتھ انہیں صاف و شفاف،منصفانہ ،غیر جانبدارانہ اورا سے علاقوں میں جہاں انتخابات کے دوران کسی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کا اندیشہ ہو، سے بچنے کیلئے سخت انتظامات کرنے کی ضرورت ہے۔اس سلسلہ میں الیکشن کمیشن ملک میں صاف و شفاف انتخابات کیلئے سٹریٹجک پلان تیار کرے اور انتخابی اصلاحات اور دیگر معاملات پر سیاسی جماعتوں سے بھی تجاویز طلب کرے کیونکہ کسی بھی پارٹی کو ہمیشہ اقتدار میں نہیں رہنا ہوتا۔مقتدر پارٹی اپنے آج کے مفاد کا نہ سوچے جمہوریت کی بقاء اور مضبوطی کو مدنظر رکھ کر فیصلے اور قانون سازی کرے۔ ایک مضبوط اور باختیار الیکشن کمیشن جمہوریت کی بقاء واستحکام کی ضمانت ہوتی ہے۔

ہندستان میں الیکشن کا مرحلہ تو ختم ہو گیا۔نئی حکومت کی تشکیل بھی ہوگئی ہے۔ان انتخابات میں عوام نے اپنے ووٹ کے ذریعے تمام جماعتوں اور راہنماؤں کو یہ واضح پیغام دیا ہے کہ ملک میں خصوصاً پڑھے لکھے اور باشعور افراد بیدار ہو رہے ہیں اور تبدیلی کے عمل کا بخوبی جائزہ لے رہے ہیں۔سیاسی جماعتیں اپنے طور پر مختلف ذرائع سے نوجوان رائے دہندگان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے نوجوان رائے دہندگان اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ان کے ووٹ سے فرق پڑتا ہے اور یہ کہ اس کا تعلق ملک کے مستقبل سے ہے۔یوں تمام حکومتیں، انتظامیہ، الیکشن کمیشن ہر مرتبہ انتخابات کو بہتر، پرسکون، منصفانہ اور شفاف بنانے کی ہرممکن کوشش کرتی ہے۔ہندستانی شہری ہونے کے ناتے کیا ہم نے کبھی اس بات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے کہ کیا ہماری ذمہ داری صرف ووٹ ڈالنے تک محدود ہے۔کیا ہم نے کبھی انتخابات سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور کیا کبھی اس بات پر توجہ مرکوز کی ہے ان میں کیا اصلاحات کی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلے میں الیکشن کمیشن انتخابی قوانین اور قواعد و ضوابط میں اصلاحات کے لئے اہم سفارشات کو منظوری دینے اور انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال کیلئے جتنے دنوں کی تعداد درکار ہوتی ہے اس تعداد کو بڑھایا جائے تاکہ کسی امیدوار کے بارے میں مزید چھان بین کے لئے انتخابی عملے کو معقول وقت مل سکے۔الیکشن کمیشن انتخابی عمل کے دوران ماضی میں پیش آنے والی خرابیاں دور کرنے اور انتخابات آئینی تقاضوں کے عین مطابق کرانے میں کامیاب ہو،تاکہ اس سے آئندہ منتخب ہونے والی پارلیمنٹ کی شبیہ زیادہ بہتر ہو اور وہ زیادہ بہتر انداز میں عوام کی خدمت کرسکیں۔اس بات کو سراہا جانا چاہئے کہ مجوزہ انتخابات کو ہر قسم کے تنازعات سے پاک رکھنے پر سنجیدگی سے توجہ دی جائے تاکہ اگلی پارلیمنٹ میں صرف ملک کی خدمت کے حقیقی جذبے سے سرشار ایماندار اور دیانتدار نمائندے منتخب ہوکر آئیں۔کمیشن سب سے پہلے غیر مصدقہ ووٹروں کے نام انتخابی فہرستوں سے خارج کرے۔اس کے بعد رائے عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے انتخابی قوانین میں اصلاحات تجویز کی جائیں۔

رائے دہندگان کے ناموں کے اندراج کیلئے کوشش کی جائے اور گھر گھر پہنچ کر فہرست رائے دہندگان پر نظر ڈالی جائے۔ نئے ناموں کا اندراج کیا جائے اس کے علاوہ رائے دہندگان کو اپنے نام حذف ہونے کی صورت میں دوبارہ فارم کے ذریعہ اپنے ناموں کا اندراج کرانے کے خصوصی موقع فراہم کئے جائیں ۔ دوسری طرف رائے دہندگان اپنے حق رائے دہی کے استعمال میں بے پروائی نہ برتیں۔ایسا بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب ووٹر اپنے حق رائے دہی کے لئے پولنگ مرکز آتا ہے تو اس کا نام فہرست میں نہیں ہوتا۔عوام کی ایک خاصی بڑی تعداد کا انتخابی فہرستوں میں نام نہ ہونا تشویشناک معاملہ ہے۔فہرستوں میں ایسے لوگوں کے نام نہ شامل ہوں جنکا کوئی وجود ہی نہیں ہے یا ایک سے زیادہ مرتبہ کسی شخص کے نام کا اندراج نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں ایک طرف جو لوگ ووٹ ڈالنے کے حقدار نہیں ہیں انکا نام فہرستوں میں شامل نہیں ہونا چاہئے جیسے کہ اٹھارہ سال سے کم کے عمر افراد، وہیں ووٹ ڈالنے کے اہل افراد کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا جانا چاہئے لیکن دوسری طرف انتخابی فہرستیں مرتب کرنے کے لئے الیکشن کمیشن کی کاوشوں کو جتنا سراہا جائے اتنا کم ہوگا۔جہاں لوگ خود اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں اور شناختی کارڈ بھی رکھتے ہوں تو پھر وہاں غیر ذمہ داروں کا خیال نہ رکھنے میں ریاست خاصی حد تک حق بجانب ہے۔مگر بہت سے لوگ شناختی کارڈ کے حصول سے محروم ہیں۔ ووٹ ڈالنا اور اسکے لئے اندراج کروانا دونوں بنیادی حقوق ہیں اور شناختی عمل کو وجہ بنا کہ اس حق سے محروم نہیں کیا جانا چاہیئے۔

ایک اہم مسئلہ انتخابات میں ووٹرز کو اس طرف راغب کرنا بھی ہے کہ وہ ووٹ ضرور ڈالیں۔لوگوں کی ایک بڑی تعداد ووٹ ڈالنے میں سستی برتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ووٹرز کو آگاہ کیا جائے کہ ووٹ ڈالنا کیوں اور کس قدر ضروری ہے۔لیکن ووٹ ڈالتے وقت پانچ منٹ بھی نہیں لیتے حالانکہ اس کے ذریعے ہم اپنے پورے سسٹم کو پانچ سال تک کسی فرد یا پارٹی کے حوالے کرنے جا رہے ہوتے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کریں، اخبارات پڑھیں، حالات کا تجزیہ کریں اور اس کے بعد ووٹ لازمی ڈالیں، کیونکہ یہی ایک راستہ ہے ہمارے ملک کو صحیح راستے پر گامزن کرنے کا۔ووٹ کا درست استعمال ہم سب کا قومی فریضہ ہے۔

انتخابی نظام میں ایک اور اصلاح کی نہایت ضرورت ہے کہ ہر ووٹر کے لئے ووٹ ڈالنا لازمی قرار دیا جائے، ایک تو یوں ہی اوسط سے کم پولنگ ہوتی ہے اور اس میں جعلی ووٹوں کا کافی تناسب ہوتا ہے جو پولنگ کے آخر وقت ڈال دیئے جاتے ہیں' لہٰذا بغیر کسی معقول عذر کے اگر کوئی ووٹر اپنا ووٹ کاسٹ نہ کرے تو اس پر جرمانہ عائد کیا جائے، ووٹ کسے دیا جائے یہ ہر ووٹر کی مرضی پر ہو لیکن ووٹ دینا ایک قومی فریضہ ہے جسے پورا کرنا لازم ٹھہرایا جائے۔

☆☆☆

یوجنا کے جون 2014 کے شمارہ میں اندرونی صفحات پر جون کی جگہ سہواً لفظ ''مئی'' چھپ گیا ہے جس کے لئے معذرت۔

—— ایڈیٹر

کراوڈ سورسنگ

کراوڈ سورسنگ کی اصطلاح پہلی مرتبہ 2005 میں جیف ہوئے اور مارک رابنسن نے استعمال کی تھی۔اس کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے "ایک ایسا عمل جس کے ذریعہ کئی لوگوں کی طاقت سے ایسا شاندار نتیجہ حاصل کرنا جو کبھی صرف چند مخصوص لوگوں تک محدود رہا ہو"۔کراوڈ سورسنگ کا مطلب تعاون حاصل کرنا، فنڈ جمع کرنا، خدمات، نئے آئیڈیاز، مواد، تصاویر اور اطلاعات کو روایتی طریقہ کے بجائے عوام کے بڑے طبقے بالخصوص انٹرنیٹ اور آن لائن استعمال کرنے والوں سے حاصل کرنا۔

اس کے پیچھے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ زیادہ لوگوں کے ذریعہ غور وفکر سے سامنے آنے والی بات کسی ایک شخص کی سوچ سے بہتر ہوتی ہے۔کمپنیاں بالعموم کراوڈ سورسنگ پر بھروسہ کرتی ہیں کیوں کہ اس سے انہیں اپنا منظر نامہ وسیع کرنے اور کسی خرچ کے بغیر اور کبھی کبھی مفت میں ہی بہترین صلاحیتیں اور اہل افراد مل جاتے ہیں۔اس اصول کو عام طور پر پیچیدہ اور تھکا دینے والے کاموں کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جہاں مختلف طرح کے اطلاعات یکجا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔یہ خود انحصار افراد، شوقیہ کام کرنے والے افراد، رضا کاروں، پارٹ ٹائم کام کرنے والوں، ماہرین یا چھوٹے تاجروں کی کوششوں پر مبنی ہوتا ہے جہاں یہ سب مل کر اپنا تعاون دیتے ہوئے زیادہ وسیع اور بہتر معیاری نتیجہ حاصل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔اس ذریعہ سے کام کی رفتار بڑھ جاتی ہے، غلطیاں کم ہو جاتی ہیں اور دنیا کے مختلف حصوں اور شعبوں میں کام کرنے والے لوگ ایک مقصد یا پروجیکٹ کے تحت آن لائن کام کرتے ہوئے مختلف سطحوں پر اپنی مہارت کا استعمال کرتے ہوئے سودمند نتائج دیتے ہیں۔اس طرح کا کام کرنے والوں کو بیشتر اوقات انعام صرف تعریف کی شکل میں ملتا ہے لیکن بعض معاملات میں ایسے لوگوں کو اجرت دی جاتی ہے یا انعام بھی دیا جاتا ہے۔

یوروکلیئر

یوروکلیئر کا قیام بیلجیئم میں پہلی مرتبہ 1986 میں بالخصوص یورو بانڈ مارکیٹ میں بین الاقوامی اور گھریلو تمسکات پر مبنی لین دین کو نمٹانے کے لئے کیا گیا تھا۔یہ ایک مالیاتی خدمات فراہم کرنے والی کمپنی ہے جسے بالخصوص تمسکات کے لین دین اور اثاثوں سے متعلق معاملات کو نمٹانے میں مہارت حاصل ہوتی ہے۔یہ تقریباً 90 ملکوں میں واقع مالیاتی اداروں کو تمسکات خدمات فراہم کرتی ہے۔یہ بین الاقوامی تمسکات جمع کرنے کا دنیا کا سب سے بڑا مرکز ہے۔یوروکلیئر کا مجموعی ٹرن اوور 500 ٹریلین یورو سالانہ سے زیادہ ہے اور اس کے کسٹمرس کے اثاثے 23 ٹریلین یورو سے بھی زیادہ ہے۔

ہندوستان نے 2012 میں یوروکلیئر شمولیت کے امکانات تلاش کرنے شروع کئے تاکہ پونجی بازار میں غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کیا جا سکے۔فائنانشیل مارکیٹ کے ماہرین دلیل دیتے ہیں کہ یوروکلیئر کی رسائی بہت وسیع ہے اور اس کا انفرا اسٹرکچر کافی مضبوط ہے، بین الاقوامی سرمایہ کار اسی وقت ہندوستان میں سرمایہ کاری کے خواہش مند ہوں گے جب مصنوعات کو یوروکلیئر چینل کے ذریعہ منظم کیا جائے۔یوروکلیئر میں شامل ہونے سے ہندوستان کو عالمی ڈومیسٹک کرنسی بانڈ میں شامل ہونے کی سہولت حاصل ہوگی جس سے ہندوستانی تمسکات کے لئے بیرونی ملکوں میں تجارت آسان ہو جائے گی۔حالانکہ یوروکلیئر نظام میں شامل ہونے کے لئے فارن ایکس چینج مینجمنٹ ایکٹ میں تبدیلی کرنا ضروری ہوگا۔

تیار کردہ: **واٹیکا چندرا**' سب ایڈیٹر یوجنا انگلش

کور اا کا بقیہ

اتراکھنڈ میں واٹر شیڈ ترقیاتی پروجیکٹ کیلئے ہندوستان اور عالمی بینک کے مابین قرض کا معاہدہ

☆ تراکھنڈ میں غیر مرکوز واٹر شیڈ ترقیاتی پروجیکٹ (یوڈی ڈبلیو ڈی پی) کیلئے یہاں حکومت ہند اور عالمی بینک کے درمیان 121.20 ملین امریکی ڈالر کے قرض کے معاہدہ پر دستخطئے گئے۔ اس معاہدہ پر حکومت ہند کی جانب سے وزارت خزانہ کے شعبہ برائے اقتصادی امور کے جوائنٹ سکریٹری جناب نیلایا متاش اور عالمی بینک کی جانب سے نئی دہلی دفتر میں کارگزار ڈائریکٹر جناب مائکل ہنی نے دستخط کئے۔ اسی طرح اس معاہدہ پر حکومت اتراکھنڈ کی جانب سے پرنسپل سکریٹری اور غیر مرکوز واٹر شیڈ مینجمنٹ ڈائریکٹوریٹ کے چیف پروجیکٹ ڈائریکٹر جناب ایم ایچ خان نے بھی دستخط کئے۔

اس پروجیکٹ کا مقصد ریاست اتراکھنڈ کے مخصوص چھوٹے واٹر شیڈ پروجیکٹوں میں لوگوں کی شرکت کو بڑھا کر بارش پر منحصر کھیتی میں پیداوار کو بڑھانا اور قدرتی وسائل کے استعمال میں اضافہ کرنا ہے۔ اس پروجیکٹ میں چار اہم چیزیں ہوں گی۔ (i) سماجی بیداری مہم اور واٹر شیڈ منصوبہ بندی میں شرکت (ii) واٹر شیڈ کی صفائی اور بارش پر منحصر علاقوں کی ترقی (iii) روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور (iv) مینجمنٹ کی اطلاع اور پروجیکٹ کو آرڈی نیشن اس پروجیکٹ کے مکمل ہونے کی تاریخ ستمبر 2021 ہے۔

خوراک وادویات کی پیکنگ کیلئے گل سڑ جانے والی وغیر مضر پیکنگ کی فلموں کے لئے حرارتی ٹیکنالوجی

☆ تحقیق کے بھابھا ایٹمی سینٹر (بی اے آر سی) کے حرارتی ٹیکنالوجی سینٹر کے ذریعے ایٹمی توانائی کے محکمے کے تحت بی اے آر سی نے ممبئی میں خوراک اور ادویات کی پیکنگ کے لئے گل سڑ جانے والی اور غیر مضر پیکنگ کی فلموں کے لئے حرارتی ٹیکنالوجی کے لئے ناگپور میں ایم ایس وینا انڈسٹریز کے ساتھ ایک مفاہمت نامہ پر دستخط کئے ہیں۔ قدرتی وسائل سے خوراک اور ادویات کی پیکنگ کے لئے گل سڑ جانے والے اور غیر مضر پیکنگ کی فلمیں پلاسٹک کے پیکنگ والے مادے کے نقصانات پر قابو پانے کے لئے بھابھا ایٹمی ریسرچ سینٹر کی طرف سے تیار کی گئی ہیں۔ اس ٹیکنالوجی کے پیمانے میں ایم ایس دینا انڈسٹریز کے ساتھ بی اے آر سی کے حرارتی سینٹر میں اضافہ کیا جائے گا تاکہ مارکیٹ کی ضرورت کے مطابق مصنوعات تیار کی جاسکیں۔ دینا انڈسٹریز حرارتی منصوبے کے لئے اپنی ہی لاگت پر مارکیٹ افرادی قوت اور مٹیریل فراہم کرے گی۔

ہندوستان نیو فرنٹیئر زایوارڈ 2014 سے سرفراز

☆ گزشتہ سال ملک کو ہلا دینے والے دو قدرتی حادثات میں راحت، بازآبادکاری اور تعمیر نو کا کام انجام دینے کے لئے ہندوستان کو اس سال کا نیو فرنٹئر زایوارڈ دیا گیا ہے۔ گزشتہ سال ملک میں دو قدرتی حادثات رونما ہوئے تھے۔ جون میں اتراکھنڈ میں آئے زبردست سیلاب اور وہاں مٹی کے تودے گرنے سے شمالی ریاست میں بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی تھی اور بعد ازاں پانچ مہینوں بعد اس کے مشرقی ساحل پر آئے سائیکلون سے یہاں زبردست نقصان ہوا تھا۔ ریڈ ٹریول اکزبیشن میں پورٹ فولیو ڈائریکٹر مارک والش کے ہاتھوں 7 مئی 2014 کو دبئی کے عربین ٹریول مارکیٹ میں ایک خصوصی اجلاس کے دوران ہندوستان کو یہ ایوارڈ دیا گیا۔ ہندوستان کی وزارت سیاحت میں معاشی صلاح کار جناب دیوندر سنگھ اور متحدہ عرب امارات میں نائب قونصل جنرل ہندوستان کے کارگزار قونصل جنرل پی کے اشوک بابو نے یہ ایوارڈ حاصل کیا۔

ریلوے اسٹیشنوں پر ریٹائرنگ رومز کی بکنگ کا کمپیوٹرائزیشن

☆ بھارتی ریلوے نے ملک بھر میں پھیلے اسٹیشنوں میں اپنے مسافروں کے لئے ریٹائرنگ رومز میں ٹھہرنے کی سہولت فراہم کی ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں پر ریٹائرنگ رومز کی بکنگ کو کمپیوٹرائز کرنے کے لئے ریٹائرنگ روم ایپلیکیشن تیار کی گئی ہے۔ فی الحال 67 ریلوے اسٹیشنوں پر ریٹائرنگ رومز کی بکنگ کو کمپیوٹرائز کیا گیا ہے ان اسٹیشوں کے ساتھ ساتھ ویب سائٹ www.railtourismindia.com کے ذریعے انٹرنیٹ پر کمپیوٹر ٹرمنلز پر ریٹائرنگ رومز بک کئے جاسکتے ہیں۔ اس وقت ان ریٹائرنگ روم ایپلیکیشن میں ٹکٹوں کی بکنگ/ منسوخی اور ٹکٹوں کی تاریخوں میں توسیع کی سہولت دستیاب ہے۔

ریٹائرنگ روم اسٹیشنوں پر انٹرنیٹ کے ذریعے ساتھ ہی ساتھ ٹرمنلوں پر (60 دن تک) پیشگی بک کئے جاسکتے ہیں۔ ریٹائرنگ رومز کی بکنگ کی سہولت صرف تصدیق شدہ اور آر اے سی ٹکٹوں پر ہی دستیاب ہے۔ ریٹائرنگ روم صرف اسٹیشنوں میں ٹرمنلوں پر ہی یو ٹی ایس ٹکٹوں، ریلوے پاسوں اور دیگر سفر سے متعلق اتھارٹیز کی بنیاد پر دو دن پہلے بک کئے جاسکتے ہیں۔

سی ایس آئی آر، آئی ایم ڈی میں اشتراک

سی ایس آئی آر کی نیشنل ایرواسپیس لیباریٹریز (سی ایس آئی آر این اے ایل) اور محکمۂ موسمیات یعنی آئی ایم ڈی کے درمیان ''درشٹی سسٹم'' سے متعلق ایک شراکت داری معاہدے پر دستخط ہوابازی کے شعبے میں ایک سنگ میل ہے۔ درشٹی سسٹم رن وے پر منظر صاف دکھانے کا ایک جدید نظام ہے، جو ہوائی اڈوں پر کم روشنی میں جہاز کی محفوظ لینڈنگ کے لئے انتہائی اہم ہے۔ یہ معاہدہ سرکاری محکمے کے دو ایجنسیوں کی مابین اشتراک کی عمدہ مثال ہے۔

قابل ذکر ہے کہ ایسا نظام اب تک صرف چند ترقی یافتہ ممالک ہی کے پاس موجود ہے۔ دونوں ایجنسیوں کے درمیان ہونے والا معاہدہ وسیع تر تحقیق و ترقی سے متعلق سرگرمیوں پر محیط ہے۔ یہ دونوں تنظیمیں ملک کے مختلف ہوائی اڈوں پر اس طرح کے تقریباً 70 سسٹم نصب کرنے کے لئے مشترکہ طور پر کام کر رہی ہیں۔ 7 درشٹی سسٹم ملک کے تین بین الاقوامی ہوائی اڈوں پر کام کر رہے ہیں، جن میں چودھری چرن سنگھ بین الاقوامی ہوائی اڈہ لکھنؤ، نیتاجی سبھاش چندر بوس بین الاقوامی ہوائی اڈہ اور اندرا گاندھی بین الاقوامی ہوائی اڈہ نئی دلی شامل ہیں۔ سال 2013-14 کے دوران درشٹی کو متعدد پروقار ایوارڈ بھی مل چکے ہیں۔

مرکزی مسلح پولیس فورس کے سابق عملے کی بہبود کے لئے بورڈ

☆ مرکزی مسلح پولیس فورس (سی اے پی ایف) کے سابق عملے کی بہبود، بازآبادکاری نیز ان کی شکایات کے ازالے کی غرض سے وزارت داخلہ کے تحت ایک بہبود اور بازآبادکاری بورڈ قائم کیا گیا ہے۔ اس بورڈ نے اپنے سابق فوجیوں کے تازہ ترین اعداد وشمار کو بورڈ

کی ویب سائٹ ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بورڈ نے سی اے پی ایف کے سابق فوجیوں سے اپنے پتے، موبائل نمبر بورڈ کی ویب سائٹ www.warp-mha.gov.in پر ڈالنے کی درخواست کی ہے۔ سابق فوجی اپنے تازہ ترین کوائف اس پتے پر ای میل بھی کرسکتے ہیں :- secywarb-mha@nic.in

پریمیم کے التوا کی 9 تجاویز کو قومی شاہراہ اتھارٹی کی منظوری

☆ نیشنل ہائی وے اتھارٹی آف انڈیا نے 2014-15 سے 2026-27 کی مدت کے پریمیم کو التوا میں رکھے جانے سے متعلق 9 تجاویز کو منظوری دے دی ہے۔ ان تجاویز میں مکمل مالیت 5959.93 کروڑ روپئے کے پریمیم کو التوا میں رکھا جانا شامل ہے۔ جن پروجیکٹوں کے پریمیم کو التوا میں رکھا گیا ہے ان میں گودھرا ۔ جی یو جے/ایم پی بارڈر (چار لین)، بیوار۔ پال۔ پنڈوارا (چار لین)، روہتک۔ پانی پت (چار لین)، حیدر آباد۔ یادگیری (چار لین)، ساماخیال۔ گاندھی دھام (چھ لین)، احمد آباد۔ وڈودرا (چھ لین)، تمکور۔ چتر درگا (چھ لین)، اندور۔ دیواس (چھ لین) اور ہوسور۔ کرشن گری (چھ لین) شامل ہیں۔

اس اقدام سے قرض لینے والوں کو بڑی راحت ملے گی کیونکہ وہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی آف انڈیا کو پریمیم ادا کرنے کے بجائے قرض کی ادائیگی کو ترجیحی بنیاد پر پورا کرسکیں گے۔ اتھارٹی بچے ہوئے پریمیم کو سود کے ساتھ رعایت دی ہوئی مدت کے بعد وصول کرے گی۔

منفرد تہذیبی وراثت کی بین سرکاری حفاظتی کمیٹی کے لئے ہند کا انتخاب

☆ منفرد ثقافتی وراثت کی حفاظت کے لئے بین سرکاری کمیٹی کی رکنیت کے لئے ہندوستان کا انتخاب کرلیا گیا ہے۔ کمیٹی کے لئے ہند کی رکنیت کی مدت 2014 سے 2018 تک چار برس کے لئے ہوگی۔ اس انتخاب کیلئے پیرس میں واقع یونیسکو کے مرکزی دفتر میں منفرد تہذیبی وراثت کی حفاظت سے متعلق ادارے کی ریاستی پارٹیوں کی جنرل اسمبلی کے لئے ووٹنگ کرائی گئی تھی۔ ہند نے کل 142 ووٹوں میں سے 135 ووٹ حاصل کرکے یہ انتخاب شاندار طریقے سے جیت لیا۔ یاد رہے کہ سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرکے چناؤ جیتنے والے دس ملکوں میں سے ہندوستان نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے ہیں۔

منفرد تہذیبی وراثت کی حفاظت کے لئے بین سرکاری کمیٹی میں اراکین کی تعداد چوبیس ہوتی ہے جن کا انتخاب چار برس کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کا بنیادی کام منفرد تہذیبی وراثت کے احترام کو یقینی بنانے اور مقامی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر منفرد تہذیبی وراثت کے بارے میں بیداری کو یقینی بناکر منفرد ثقافتی وراثتوں کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کمیٹی کے لئے ہندوستان کا انتخاب دوسری بار ہوا ہے۔ ہندوستان 2006 سے 2010 تک کے لئے پہلے بھی منتخب کیا جاچکا ہے۔

بیوروکریسی سے متعلق عوام کی سوچ بدلنے کی ضرورت: جاوڈیکر

☆ وزیر مملکت برائے ماحولیات، جنگلات اور آب وہوا میں تبدیلی جناب پرکاش جاوڑیکر نے کہا ہے کہ حکومت اور عوام کے مابین دوطرفہ بات چیت کے ذریعہ انتظامی اصلاحات کا مرحلہ طے کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعہ ایک خاکہ تیار ہوگا اور عوام دوطرفہ بات چیت میں حصہ لیں گے۔ سازگار ماحول تیار کرنے کے لیے عوام کی شرکت ضروری ہے تاکہ ادارہ جاتی ترقی کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

وزیر موصوف نے ان خیالات کا اظہار آج یہاں وزارت برائے ماحولیات، جنگلات اور آب وہوا کی تبدیلی کے ذریعہ منعقدہ قیادت اور بیداری پیدا کرنے کے موضوع پر خاص اجلاس میں مندوبین سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انھوں نے مزید کہا کہ بیوروکریسی کے متعلق عوام کی سوچ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ افسران کے لیے ضروری ہے کہ وہ جذبہ ہمدردی، یقین کامل اور مثبت ذہنیت کے ساتھ کام کریں تاکہ عوام کی ضروریات کو آسانی سے پورا کیا جاسکے وزیر موصوف نے زور دے کر کہا کہ افسران کو کام کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ انہوں نے افسران سے کہا کہ لوگوں میں اس بات کا یقین پیدا کریں کہ حکومت ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور ان کے مشکلات حل کرنے کے تئیں بے حد حساس ہے۔

ریلوے کی آمدنی میں اضافہ

☆ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ریلوے کی مجموعی آمدنی 24272.45 کروڑ روپے ہوگئی، جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 22445.29 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح اس مدت کے دوران ریلوے کی آمدنی میں 8.14 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران باربرداری سے ریلوے کو ہونے والی مجموعی آمدنی 16563.57 کروڑ روپے ہوگئی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 15661.15 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح ریلوے کو مال ڈھلائی سے ہونے والی آمدنی میں 5.67 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ریلوے کو مسافر کرائے سے مجموعی آمدنی 6693.47 کروڑ روپے رہی جو پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 5803 کروڑ روپے تھی۔ اس طرح ریلوے کو مسافر کرائے سے ہونے والی آمدنی میں 15.34 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔

اسی طرح کوچنگ اور دیگر ذرائع سے ریلوے کو یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران ہونے والی مجموعی آمدنی 675.33 کروڑ روپے رہی جب کہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران یہ آمدنی 657.17 کروڑ روپے تھی اس طرح ریلوے کو کوچنگ اور دیگر ذرائع سے ہونے والی آمدنی میں 2.76 فیصد کا اضافہ درج ہوا۔ یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران 1377.82 ملین مسافروں نے ریلوں میں سفر کیا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران 1396.03 ملین مسافروں نے ریلوں میں سفر کیا تھا۔ دوسری طرف ریلوے کے نیم شہری اور غیر شہری سیکٹروں میں یکم اپریل 2014 سے 31 مئی 2014 تک کی مدت کے دوران 709 ملین اور 668.41 ملین مسافروں نے بکنگ کرائی اور سفر کیا جبکہ پچھلے سال کی اسی مدت کے دوران ان سیکٹروں میں علی الترتیب 726.10 ملین اور 669.93 ملین مسافروں نے سفر کیا۔

☆☆☆

رسائل و جرائد

تبصرے کے لیے ہر کتاب/رسالے کی دو کاپیاں لازماً ارسال کریں۔ضروری نہیں کہ ہم ہر کتاب/رسالہ پر تبصرہ شائع ہی کریں۔کتاب/رسالہ کے ساتھ تبصرے ہرگز ارسال نہ کریں۔

ماہنامہ **حج** میگزین کا شمارہ مئی 2014 حسن طباعت اور جذب خطابت اور زیب کتابت کے لحاظ سے اور بہ لحاظ دیگر بھی گذشتہ شماروں کی طرح عمدہ ضرور ہے بلکہ میرے خیال میں یہ تو نور علی نور ہے۔اس کا سرورق (صفحہ اول) دیدہ زیب تو خیر ہے ہی' اس پر درج ابوالکلام آزاد صاحب کے حکیمانہ خیالات بطور خاص توجہ طلب ہیں۔ اسی طرح اس کا صفحہ دوم بھی (ضرورت مندوں کے لئے) بہت خاص ہے۔یوں تو اس کے تمام مشمولات بجائے خود اہم اور مفیض ہیں لیکن کچھ مضامین مثلاً حضرت یوشع بن نون علیہ السلام' حج کے آداب میں' ہم اپنے دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کیسے زیادہ کریں' نمازیوں کے لئے 30 خوش خبریاں' اچھے نام رکھنا' اچھے نام سے پکارنا سنت الٰہیہ ہے' اور 'بزدلوں نے کبھی کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا' خاص طور سے عام لوگوں کے لئے بڑے کارآمد معلوم ہوتے ہیں۔

اس میں قرآنیات کے ضمن میں سچے صاحب آرزو اور پکے حق جو حضرت عمرو بن عبتہ السلمی رضی اللہ عنہ کی تلاش حق کی جو کیفیت بتائی گئی ہے' وہ کیفیت اب کہاں ملے گی' مذکورہ صحابی رضی اللہ کو رسول اللہ نے جواباً جو پیغام دیا جو تعلیم دی' کم از کم اسی پر اس دور میں عمل ہو جاتا اور کم از کم وہی لوگ عمل کر لیتے جو خود کو مسلمان کہتے یا سمجھتے ہیں یا مسلمان کہلاتے یا سمجھے جاتے ہیں' کاش یہ لوگ اس پیغام نبیؐ کو اپنی نقل وحرکت میں اتار لیتے۔ اس تعلیم رسول سے کاش یہ لوگ اپنے کردار کو استوار کر لیتے۔ مگر افسوس بر حالت ملت' کیا افراد ملت صلہ رحمی کر رہے ہیں؟ کیا اس فرمان کا پاس کر رہے ہیں کہ لوگوں کی جانوں کی حفاظت کی جائے' کسی کا ناحق خون نہ بہایا جائے اور راستوں میں امن و اماں قائم کیا جائے؟ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟ مگر صد حیف کہ حالت یہاں تک آ پہنچی کہ متاع کارواں بھی جاتا رہا اور احساس زیاں بھی جاتا رہا۔انہیں یہ ترغیب کیوں کر ملے گی کہ ہمارا دین عام گزرگاہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کے لئے کہتا ہے' لہٰذا تکلیف دہ چیزیں ہٹائیں' رکھیں نہیں؟۔

مضمون: حج کے آداب میں' ایک واقعے کی خبر دی گئی ہے کہ ایک عورت نے کسی بلی کو باندھ رکھا تھا اور اس کے کھانے کی خبر گیری میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئی۔ اس خبر میں ہمارے لئے بڑی عبرت' بڑی نصیحت اور بڑی وعید ہے۔ اس سے تو یہ سبق ملتا ہے کہ ایک چھوٹی سیاہ چیونٹی بھی جو ہمیں نقصان نہیں پہنچاتی' ہماری ہی طرح جینے اور حسن سلوک کا حق رکھتی ہے۔مضمون 'اچھے نام رکھنا......'' میں بتایا گیا ہے کہ نام بگاڑنا گناہ ہے۔یعنی یہ کہ گنگا اگر کسی کا نام ہے تو اسے گنگوا ہرگز نہ کہا جائے اور پھول اگر کسی کا نام ہے تو پھولوا اور پھلّو وغیرہ نہ کہا جائے خواہ مسمیٰ کوئی بھی ہو' جیسا ہو۔

احسان خسرو-مدیر یوجنا

☆☆ اردو اکیڈمی سے شائع ہونے والا رسالہ **ایوان اردو** کا تازہ شمارہ (جون 2014) حسب سابق مضامین، افسانے، انشائیہ، غزل ونظم اور تبصرہ وتعارف وغیرہ کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔زیر نظر شمارہ میں مدیر انیس اعظمی نے لکھا ہے کہ ''ہمارے قارئین اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کسی علمی وادبی جریدے کو محض تفریح طبع کا وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ ایوان اردو، اردو اکادمی کا ترجمان ہے اور اکادمی کے اغراض و مقاصد کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی ترویج وتکمیل میں اس رسالے کو ممد ومعاون ہونا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایوان اردو ہم عصری تخلیقی منظرنامے سے اپنے قارئین کو باخبر رکھنا بھی ضروری سمجھتا ہے اور نئی نسل کو اس قدیمی شعروادب سے واقف کرانا چاہتا ہے جس میں معاصر شعروادب اور تہذیب و روایات کی بنیادیں پیوست ہیں۔اس شمارے میں ہم کچھ ایسے مضامین شامل کر رہے ہیں جو مخطوطات سے متعلق ہیں تاکہ تحقیق کے طالب علم بہ آسانی ان تک رسائی حاصل کر سکیں۔ ہمارے ان قلم کاروں نے جس دیدہ ریزی سے ان مخطوطات کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی ضروری تفصیلات بہم پہنچائی ہیں، وہ یقیناً ہمارے مستحق ہیں''۔

ایوان اردو کے تازہ شمارہ میں مضامین کے کالم میں مجموعہ مراثی کا نایاب مخطوطہ، (پروفیسر عبدالحق)، اکبر اعظم، سرسید اور محمد حسین آزاد......(پروفیسر اصغر عباس)، چہار مقالہ اور نظامی عروضی سمرقندی (ڈاکٹر مہتاب جہاں)، قصہ کچھ کتابوں کا (ڈاکٹر خالد علوی)، مثنوی درمکتون کے قلمی نسخوں کا تعارف (تنویر حسن)، ایک عربی سفر نامے الرحلتہ الاعسمیہ فی...... (ڈاکٹر تبسم صابر)، اصغر گونڈوی اور آپ کا غیر مطبوعہ کلام (انوار صمدانی امروہوی، جلیل مانک پوری کی شاعرانہ عظمت (ڈاکٹر تابش مہدی) اور رشید جہاں کے افسانوں میں حقیقی معنویت (ڈاکٹر فرحت زہرا) کا احاطہ کیا گیا ہے۔یہاں پروفیسر عبدالحق کے مضمون 'مجموعہ مراثی کا نایاب مخطوطہ' سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔''مرثیہ ہماری شعری ثروت اور شناخت کی ایک برگزیدہ علامت ہے۔ یہ تخلیق ادب کی ترقی یافتہ مثال اور تاریخ وتہذیب کا دل نشیں مرکب ہے۔روز و شب کے حوالے کے ساتھ فکر و یقین کی وابستگی کا ایسا اظہار دنیائے ادب میں قوموں کی سرفرازی کا سبب بنتا ہے۔اس صنف سخنوری نے ہمیں ثقافتی عظمت سے ہم کنار کیا ہے۔ایک

صنف شاعری میں اتنا ضخیم سرمایہ شاید کہیں ملے۔ بیکراں موضوعات محیط اسالیب کی یہ فراوانی بھی نظر میں نہیں ہے۔ ہنداسلامی ثقافت کا یہ تخلیقی جوہر بھی دوسرے مسلم ممالک سے کہیں زیادہ وقیع ہے۔ ایران وتوران بھی اس ثروت میں شریک نہیں ہیں۔ یہ صرف اردو کا امتیاز ہے۔ دکن اور دہلی نے اس کی تربیت کی۔ لکھنو کے قریہ وقصبات نے اس کے عہد شباب کی سرنوشت لکھی۔ اس کی شہرت اور گراں مائیگی کی تمام نسبت اسی دیار کی دین ہے۔ مرثیے کے جملہ آداب بھی یہیں مقرر کئے گئے۔ مرثیہ کے جملہ معالات کی قرات اور قارئین کے قلب ونظر کی پاکیزگی کو پیش نظر رکھا گیا۔ لکھنؤ کے نواح میں مرثیہ کو بہ وجوہ جو مقبولیت ملی، وہ ملک کے کسی خطے کو حاصل نہ ہوسکی۔ یہی وجہ سے امام باڑوں، ذاتی کتب خانوں، خانقاہوں کے ذخیروں میں مرثیے کے مخطوطات کثرت سے موجود ہیں۔ پیش نگاہ خطی نسخہ بھی اسی علاقے کے آثار میں شامل ہے۔ یہ ایک طرح سے مرثیہ کی بیاض ہے۔ جس میں درج فہرست کے مطابق سترہ مرثیے شامل ہیں۔ دبیر کا مرثیہ متن میں ہے مگر فہرست موجود نہیں ہے۔ اس مجموعہ کی کتابت 26 مئی 1875 میں ہوئی۔ اس میں تین مختصر سلام ہیں''۔ ایوان اردو میں تازہ شمارہ میں شامل دیگر مضامین بھی لائق مطالعہ ہیں لیکن اس مختصر کالم میں سب کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں افسانے اور شعری کالم نیز انشائیہ بھی لائق مطالعہ ہیں۔

☆انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان اردو ماہنامہ **سائنس** کا تازہ شمارہ (جون 2014) خوب صورت سرورق، جس پر تحریر ہے 'باہر کبھی آپے سے نہیں ہوتا سمندر...... لیکن......'' اور معلوماتی مضامین کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔ زیر نظر شمارہ کے سبھی مضامین معلومات سے بھرپور ہیں۔ اردو میں اپنی نوعیت کا یہ واحد رسالہ ہے جس میں سائنسی مضامین کو اولیت دی جاتی ہے۔ مزید برآں مضامین میں تصاویر کو شامل کرکے انہیں مزید دلچسپ بنادیا جاتا ہے۔ یہاں ہم تازہ شمارہ کے کچھ مضامین سے چند اقتباسات پیش کرنا چاہیں گے تاکہ قاری کو ان سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل ہوجائے۔ باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتا' میں ایس ایس علی لکھتے ہیں: ''استعمال کرو اور پھینکو' طرز زندگی نے سمندروں پر قہر ڈھایا ہے۔ پلاسٹک کی تھیلیاں' پیکٹ' بوتلیں اور ڈبے وغیرہ جو استعمال کے بعد پھینک دیئے جاتے ہیں' ایک طویل سفر کرکے سمندروں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ تیرتے ہوئے پیوند (Patch) کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ ان کے حجم میں لگاتار اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ تیرتے ہوئے پیوند سمندری زندگی کے لئے بے حد مضر ثابت ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ایک بہت بڑا پیوند ہوائی کے شمال مشرق میں واقع ہے جو ہوائی اور کیلی فورنیا سے تقریباً 700 کلومیٹر کی دوری پر براجمان ہے۔ اسے جی پی جی پی یعنی Great Pacific Garbage Patch کا نام دیا گیا ہے۔ سمندری کچرے کا یہ پیوند پلاسٹک کے Soup کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس علاقے میں پائی جانے والی مچھلیوں کی غذائی نالیوں میں پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جی پی جی پی کے مطالعے میں چھ سینٹی میٹر کی ایک مچھلی غذائی نالی میں سب سے زیادہ 84 ٹکڑے پائے گئے۔ 1.5 ملین سمندری حیوانات ہر سال پلاسٹک کے سبب مرجاتے ہیں۔ سمندری کچرے میں پلاسٹک کے علاوہ دوسری اشیاء بھی پائی جاتی ہیں۔ ہر سال سمندروں سے لاکھوں ٹن کچرا نکالا جاتا ہے لیکن پھر اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ کچرا ان میں جمع ہوجاتا ہے''۔ وہ آخری میں لکھتے ہیں: ''بہت زیادہ صبر وتحمل برداشت کے لئے سمندر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ سمندر کا سکوت بطور استعارہ بھی بجاطور پر استعمال کیا جاتا ہے:

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

لیکن صبر وبرداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ سمندر کی خاموشی ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ہوسکتی ہے۔ فارسی میں کہاوت ہے: تنگ آمد بہ جنگ آمد۔ اب بھی اگر انسان اپنی عاقبت نااندیشانہ حرکتوں سے باز نہ آیا تو وہ دن دور نہیں جب سمندر اپنے آپے سے باہر ہوجائیں گے۔ ڈاکٹر بشیر بدر بھی انسان کی اس کوتاہ بینی کے شاکی ہیں:

آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا

ایک دیگر مضمون 'دنیائے اسلام میں سائنس وطب کا عروج' میں ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی رقم طراز ہیں: ''سائنس کو دنیائے اسلام میں فروغ پانے کے لئے تقریباً اتنا ہی وقت ملا جتنا کہ اسے یونان میں ملا تھا۔ یونان میں سائنس کا آغاز 624 ق م کو قرار دیا جاسکتا ہے جس میں تھیلز (Thales) نامی پہلا یونانی سائنس داں پیدا ہوا تھا۔ آخری ممتاز سائنس داں Diophantus تھا جس نے 250ء میں اسکندریہ میں عروج حاصل کیا۔ یہ کل مدت ساڑھے آٹھ پونے نوسو سال کی بنتی ہے۔ دنیائے اسلام میں سائنس کا آغاز 85ھ مطابق 704ء کو قرار دیا جاسکتا ہے جب حضرت امیر معاویہ کے پڑپوتے خالد بن یزید (م 85ء) نے یونانی سائنس دانوں کی کتابوں کے عربی تراجم کی مدد سے سائنس تک رسائی حاصل کی۔ آخری ممتاز سائنس دانوں میں پری ریئس (Piri Rais 1554) اور الحسن ابن محمد (م ایضاً) مانے جاتے ہیں۔ یہ کل مدت بھی ساڑھے آٹھ سو سال بنتی ہے جو تقریباً یونانی مدت کے برابر ہے مگر ان ساڑھے آٹھ صدیوں میں سے حقیقتاً صرف پانچ صدیاں ایسی ہیں جن میں دنیائے اسلام میں سائنسی گرمیاں پرجوش طریقے پر جارہی ہیں کیوں کہ شروع کی ایک ڈیڑھ صدی تو صرف تراجم میں گزرگئی اور آخری ڈیڑھ دوصدیاں انحطاط کا شکار ہوگئیں۔ جن پانچ صدیوں کو پرجوش سائنسی سرگرمیوں کا دور کہا گیا ہے' ان میں وسطی ایشیا اور ایران سے اسپین تک مسلمان محققین یک جان ہوکر اس کام میں سرگرم عمل رہے۔ خلافت بغداد کے ماتحت علاقوں یعنی وسطی ایشیا اور ایران سے ترکی تک کی سائنسی دریافتیں خلافت اسپین تک پہنچائی جاتی رہتی تھیں اور خلافت اسپین کی دریافتیں خلافت بغداد تک۔ اس دور کے بڑے حصے میں یوروپ پر جہل کا اندھیرا چھایا رہا۔ اہل یوروپ خود اپنی زبان سے اسے اپنا تاریک دور کہتے ہیں۔ چین اور ہندوستان میں پہلے سے سائنس پر تھوڑا بہت تحقیقی کام جاری تھا مگر وہ اور بھی ہیچ تھا''۔ ان مضامین کے علاوہ زیر نظر شمارہ میں بہت مفید معلوماتی مضامین جس کا یہاں احاطہ ممکن نہیں۔ ان میں سے کچھ مضامین اس طرح ہیں: ماحولیاتی آلودگی میں پلاسٹک کا حصہ (ڈاکٹر ریحان انصاری)' سفیران سائنس (ادارہ) ہمارا جسم (سرفراز احمد) زمین کے اسرار (پروفیسر اقبال محی الدین)' اردو میں سائنسی ادب (خواجہ حمید الدین شاہد)' نام کیوں اور کیسے (جمیل احمد)' صفر سے سو تک (عقیل عباس جعفری)' جانوروں کی دلچسپ کہانی (زاہدہ حمید) وغیرہ۔ رسالہ کے مدیر ڈاکٹر محمد اسلم پرویز مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اردو زبان میں سائنس کو فروغ دینے کا بارگراں اٹھایا۔ مختصراً یہ کہ یہ رسالہ اردو داں حضرات اور طلبہ کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔

-امجد علی

پبلی کیشنز ڈویژن کی اُردو مطبوعات

خدا کی نظر میں سب برابر ہیں	مترجم: ایم اے عالمگیر	120/=
ہندوستانی عوام کی مختصر تاریخ	ایچ- آر- گھوشال / راحت جبیں	140/=
پیڑ پودوں کی داستان	پرمیلا چنڈت بروا / راشد انور راشد	90/=
قلم، قلم کار اور کتاب	عبدالغنی شیخ	110/=
آجکل اور غبارِ کارواں	ادارہ	170/=
آجکل کی کہانیاں	ادارہ	162/=
آجکل اور سفرنامہ	ادارہ	105/=
آجکل اور صحافت	ادارہ	115/=
آجکل کے ڈرامے	ادارہ	125/=
آجکل کے مضامین	ادارہ	112/=
آجکل اور اقبال	ادارہ	95/=
آجکل اور طنز و مزاح	ادارہ	112/=
اردو ادب کے پچاس سال	ادارہ	95/=
اٹھارہ سو ستاون	سریندر ناتھ سین / خورشیدہ پروین	556/=
کلاسیکی موسیقار	مترجم: خورشید اکرم	137/=
عوام الناس کے لیے گائڈ	مترجم: عادل صدیقی	145/=
مہاتما گاندھی	آچاریہ کرپلانی / لکشمی چندر یاس	300/=
مہاتما بدھ کی حکایتیں	پال کاروس / مسعود فاروقی	155/=
شہیدوں کے خطوط	ادارہ	110/=
قلی قطب شاہ	نریندر لوتھر / زبیر رضوی	280/=
سفینۂ غالب	ادارہ	95/=
آئینۂ غالب (طبع دوم)	ادارہ	75/=
گنجینۂ غالب (طبع دوم)	ادارہ	60/=
یادیں مجاہدین آزادی کی	نوین جوشی / راحت جبیں	120/=
غالب بہ صد انداز تشکیل:	برجندر سیال	1000/
پہیلیاں - امیر خسرو	مرتب شہباز حسین، نند کشور وکرم	22/=
کاغذی ہے پیرہن	عصمت چغتائی	65/=
کشمیر کی لوک کتھائیں	جے- این- کنہر	45/=
ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر	ڈاکٹر محمد عمر	127/=
راگ راگنیوں کی تصویریں	شکیل الرحمٰن	325/=
ہند اسلامی طرز تعمیر	ضیاء الدین ڈیسائی / اختر الواسع	54/=
ہندوستان میں اسلامی علوم کے مراکز	ضیاء الدین ڈیسائی / بہار برنی	54/=

ہماری تہذیبی وراثت	راجندر پرشاد، بی این پانڈے	50/=
ہندوستان کے عظیم موسیقار	شمبھوناتھ مشرا / رئیس مرزا	65/=
سروجنی نائیڈو	تارا علی بیگ / لکشمی چندر یاس	125/=
حکیم اجمل خاں	ظفر احمد نظامی	75/=
سردار ولبھ بھائی پٹیل	آئی جے پٹیل / یعقوب یاور	95/=
مختار احمد انصاری	مشیر الحسن / فرحت احساس	80/=
رفیع احمد قدوائی	ڈاکٹر ہاشم قدوائی	60/=
سرسید احمد خاں	خلیق احمد نظامی / اصغر عباس	35/=
حسرت موہانی	ڈاکٹر خلیق انجم	50/=
مولانا آزاد (طبع دوم)	عرش ملسیانی	40/=
بدرالدین طیب جی	اے جی نورانی / راجندر انجم	70/=
مظہر الحق قیام الدین احمد، جٹا شنکر جھا	مترجم: رضوان احمد	55/=
رابندر ناتھ ٹیگور	ہرن مے بنرجی / اشہر ہاشمی	80/=
جواہر لال نہرو	ایم چلاپتی راؤ / کے پی شرما	105/=
مشعل آزادی	ساغر نظامی	40/=
رامائن -- بچوں کے لئے	مترجم: ساوتری	18/=
دنیا کی منتخب لوک کہانیاں	ادارہ	11/=
وشنواں راجہ	مترجم: وشوناتھ سکسینہ	13/=
ہیرے کی لونگ	ادارہ	5/50
امر شہید گنیش شنکر ودیارتھی	مالتی شنکر	11/=
بھارت خلائی دور میں	موہن سندر راجن	12/=
ہم ایک ہیں	عرش ملسیانی	10/=
پھولوں کی وادی	رفعت سروش	16/=
روشنی کے مینار	مرتب: شہباز حسین	25/=
جاتک کتھائیں	مترجم: راجندر انجم	32/=
ہندوستان کی مسجدیں	ضیاء الدین ڈیسائی	18/=
ہندوستان کے دریا	شیخ سلیم احمد	11/=
پنجاب اور دکلو کی کہانیاں	مترجم: آمنہ ابوالحسن	27/=

نوٹ: کتابیں اور رسالے منگوانے کے لئے رقم پیشگی ارسال کریں۔

ملنے کا پتہ: بزنس منیجر پبلی کیشنز ڈویژن' سوچنا بھون' سی جی او کمپلیکس
نئی دہلی۔10003

RNI NO.27032/81 YOJANA (URDU) PRICE 10/=

VOL. 34 NO. 4 JULY 2014 ANNUAL SUBSCRIPTION RS 100/=

PANORAMA OF INDIAN CINEMA

For further details please contact:
Business Manager, Publications Division
Soochna Bhawan CGO Complex, Lodhi Road, New Delhi-110003
Ph:011-24367260,Fax-011-24365609

PUBLICATIONS DIVISION
MINISTRY OF INFORMATION & BROADCASTING
GOVERNMENT OF INDIA

e-mail:dpd@sb.nic.in, dpd@hub.nic.in
website: publicationsdivision.nic.in

DPDB-H-09/15

ISSN 0971. 8338

Printed and Published by ***IRA JOSHI***, Additional Director General & Head on behalf of Publications Division, Ministry of I&B, Government of India, printed at CHAAR DISHAYEN PRINTERS PVT LTD, G39-40 SECTOR 3 NOIDA(UP) 201301 and published at Publications Division,Soochna Bhavan,C.G.O.Complex, New Delhi-110003 Senior *Editor:* ***HASAN ZIA***